سباس گل

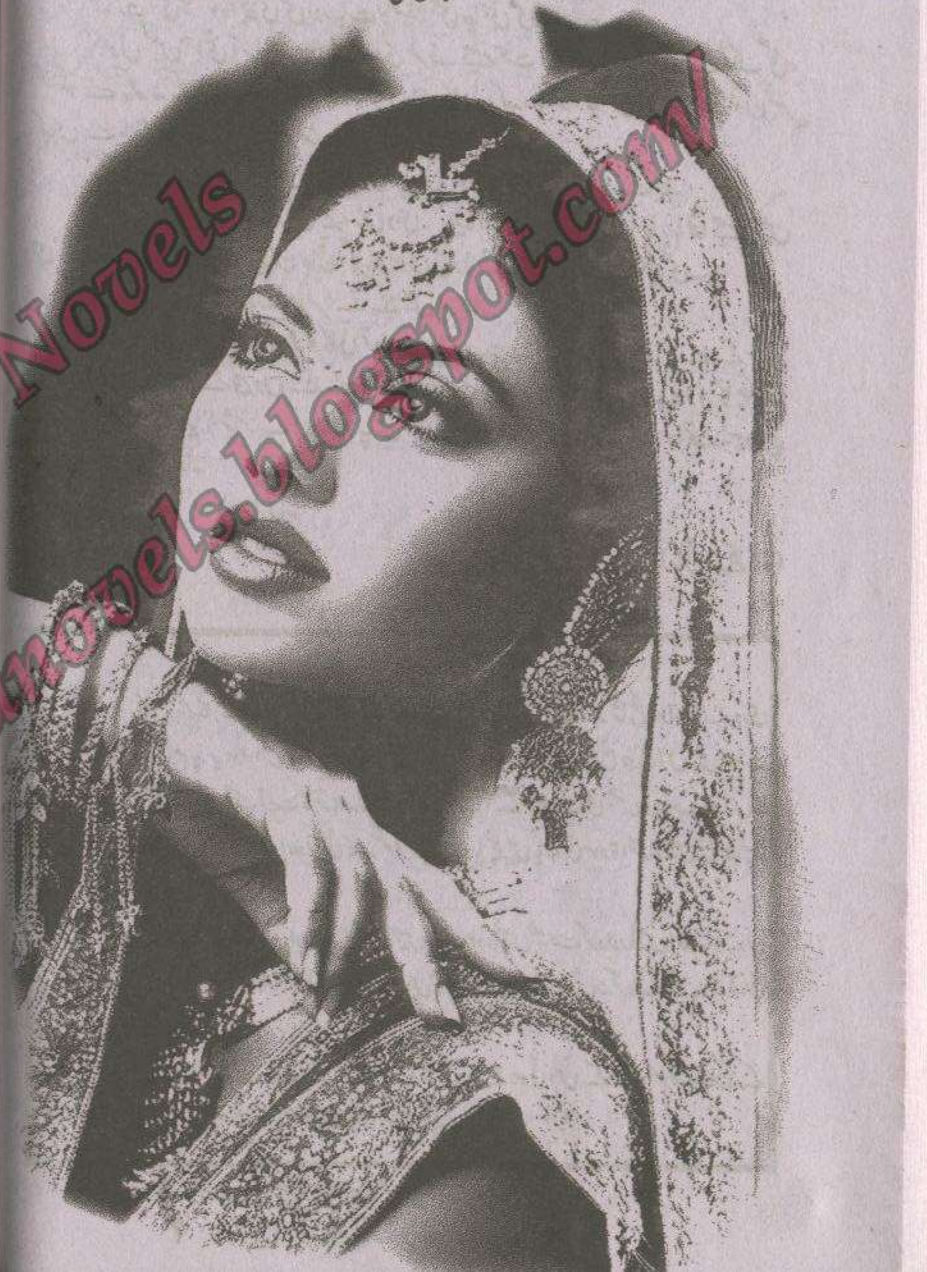

''ہزار بار کہا ہے اس لڑکی سے کہ دروازہ بند کر دیا کر مگر مجال ہے جو اس کے کان پہ جوں رینگ جائے۔'' ذکیہ بیگم نے گھر کے بیرونی دروازے پر پڑا گہرے نیلے رنگ کا پردہ ہٹا کر اپنے پانچ مرلے کے دو منزلہ گھر کے اینٹوں والے صحن میں قدم رکھتے ہوئے با آواز بلند کہا۔

''کان پہ جوں رینگ کے کیا کرے گی اماں، پورے کا پورا سر تو دے رکھا ہے اسے مٹر گشت کرنے اور قیام و طعام کے لئے۔'' ربیعہ نے باورچی خانے سے باہر نکلتے ہوئے ان کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہاتھوں میں پکڑے کپڑوں کے شاپر صحن میں بچھے پلنگ پہ رکھتے ہوئے بولیں۔

''باتیں ہی بنائی ہیں یا پہلی افطاری کے لئے بھی کچھ بنایا ہے؟''

''گھر میں تھا کیا جو بناتی؟'' ربیعہ نے فوراً جتلایا۔

''کلثوم خالہ کے گھر گاؤں سے تازہ بھنڈیاں آئی تھیں وہی دے گئیں تھیں ابھی دم لگایا ہے بھنڈیوں کو اور ماسی رحمتے کا بھائی گاؤں سے کھجوروں کی پیٹی دے گیا ہے آج خالہ نے تبرک کے طور پر ایک پلیٹ بھر کے کھجوریں ہمیں بھی بھجوائی ہیں لیموں رکھے تھے اسکنجبین بنالی ہے کافی ہے نا ہم دونوں کے لئے یہ مینو؟'' ربیعہ نے تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ استفسار کیا۔

''ہاں ٹھیک ہے، اچھا کھجوریں بچا کے رکھیو کہیں ایک دن میں سب چٹ کر جائے۔''

''ہاں آں یہاں تو جیسے اشیائے خوردونوش کی فراوانی ہے ناں، راشن سے گودام بھرے پڑے ہیں، گھر میں جو میں سب چٹ کر جاتی ہوں۔'' ربیعہ کو تاؤ آ گیا ذکیہ بیگم کی بات سن کر تپ کر بولی۔

مکمل ناول

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

''ناشکری کی باتیں مت کیا کر، شکر کا کلمہ پڑھا کر۔'' ذکیہ بیگم نے اسے کڑے تیوروں سے گھور کر کہا۔

''اماں! میں تو شکر ہی ادا کرتی ہوں مگر تم جو نصیحتیں کرنے لگتی ہو نا بات بے بات یہ مجھ سے ہضم نہیں ہوتیں۔'' ربیعہ نے منہ پھلا کر کہا تو وہ تندی سے بولیں۔

''اچھا بس، بہت بک بک کر لی یہ کپڑے رکھ لے جا کر۔''

''پھر لے آئیں سلائی کے کپڑے۔'' ربیعہ نے شاپر کھول کر دیکھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''کیوں اپنی صحت برباد کرنے پہ تلی ہو اماں بس کر دو یہ کپڑے سینا۔''

''جب تک دم ہے ہمت ہے تب تک کام کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں جب ہمت صحت جواب دے جائے اور تم بستر سے لگ جاؤ بیمار ہو کر تو جو چار پیسے تم نے سلائی کر کے کمائے ہیں، جمع کیے ہیں وہی اپنی بیماری کے علاج پر خرچ کر لینا وہ بھی کم پڑ جائیں گے خدانخواستہ۔'' ربیعہ نے غصیلے لہجے میں کہا غصے میں اس کی شہابی رنگت مزید سرخ ہو گئی تھی اور نرگسی آنکھوں میں ناراضگی چھلک رہی تھی۔

''کچھ نہیں ہو جاتا عید کے کپڑوں کی وجہ سے کام زیادہ ہے کچھ رقم ہاتھ آ جائے گی تو کام آئے گی۔'' ذکیہ بیگم نے پلنگ پر لیٹتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔

''اماں! خدا کا واسطہ ہے خود سے اتنی دشمنی مت کرو، رمضان میں روزے بھی رکھو گی اور اتنی مشقت بھی کرو گی میری نوکری لگ گئی ہے ہو جائے گا ہمارا گزارا۔''

''تو اسکول میں استانی لگی ہے کوئی وزیر اعظم نہیں لگی کہ ہن برسنے لگے گا۔'' ذکیہ بیگم نے اسے لتاڑا وہ بھی فٹ سے بولی۔

''ہن نہ سہی اماں مگر اتنا تو مل ہی جایا کرے گا کہ ہم آسانی سے گزر اوقات کر سکیں ویسے بھی ہم دو تو فرد ہیں گھر میں کتنا کھا لیں گے۔''

''تیرے جہیز کے لئے بھی تو کچھ بنانا ہے تجھے بیاہنا بھی تو ہے شادی دو کپڑوں میں تو ہونے سے رہی اور میں بیاہنے سے رہی۔'' ذکیہ بیگم نے آنکھیں موند کر کہا۔

''میری شادی کی فکر چھوڑ دو اماں، میں نہیں کرنے کی شادی، تجھے چھوڑ کے کہیں نہیں جانے والی ہاں۔''

''تو کیا ساری زندگی میرے سینے پہ مونگ دلنے کا ارادہ ہے؟'' ذکیہ بیگم نے آنکھیں کھول کر اسے گھورا۔

''نہیں تمہیں کوئی اور دال پسند ہو تو وہ دلنے کے لئے تیار ہوں مونگ نہیں رکھوں گی۔''

''دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا۔''

''اگر اتنا ہی شوق ہے نا میری شادی کرنے کا تو کوئی گھر داماد ڈھونڈ لو۔'' وہ بے نیازی سے بولی۔

''گھر داماد کیوں ملنے لگا مجھے؟'' ذکیہ بیگم اس کی باتیں سن کر غصے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''مجھ غریب کے گھر میں کسی کو گھر داماد بن کر کیا ملے گا؟''

''کماؤ بیوی ملے گی اور کیا ملے گا، آج کل کے مردوں کو اگر پیسہ کما کے لانے والی بیوی مل جائے تو اور کیا چاہیے انہیں ان کی آدھی ذمہ داری تو خود بخود کم ہو جاتی ہے۔'' ربیعہ نے تیزی سے کہا تو وہ کہنے لگیں۔

''بس کر دے اب یہ کپڑے لے جا کر رکھ کمرے میں روزہ کھلنے والا ہے جا کے ہنڈیا کو بھی دیکھ لے میں ذرا وضو کر لوں، آج تو گرمی بھی خوب ہے حلق سوکھ گیا باہر نکلنے سے تو۔''

''ہاں تو کس نے کہا تھا یہ سلائی والے کپڑے لانے کو تمہیں بھی مشین چلائے بنا چین نہیں آتا۔'' ربیعہ نے خفگی سے کہا تو وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولیں۔

''یہ مشین چلاتی رہی ہوں تو یہ گھر چلتا رہا ہے آج تک ورنہ فاقوں کی نوبت آ جاتی۔''

''اماں! اوپر والا کمرہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہے کلی چونا سفیدی کروا کے اسے کرائے پہ اٹھا دو اور سلائی کا کام چھوڑ دو بس۔'' ربیعہ نے کپڑوں کا شاپر کمرے میں رکھنے کے بعد باورچی خانے کا رخ کرتے ہوئے مشورہ دیا۔

''کہا تو ہے سلائی والی بیگم صاحبہ اور انہوں نے یقین بھی دلایا ہے کہ کوئی شریف کرایے دار بھیجیں گی یہاں اب دیکھو کب کوئی آتا ہے، اوپر والا کمرہ کرایے پہ اٹھ جائے گا تو میں بھی سلائی کا کام چھوڑ دوں گی اور تیرے جہیز کی تیاری کروں گی۔'' ذکیہ بیگم نے غسل خانے کے باہر لگے واش بیسن پر منہ دھوتے ہوئے بتایا۔

''ایک تو تمہیں میرے جہیز اور شادی کی فکر کھائے جاتی ہے ہر وقت۔'' ربیعہ نے منہ بسور کر کہا۔

''ماں ہوں میں تیری مجھے تیری شادی کی فکر نہیں ہو گی تو کیا محلے والوں کو ہو گی؟''

''اچھا میری ماں، کریں میری شادی کی فکر۔'' ربیعہ نے کہہ کر ٹرے میں افطاری کے لوازمات رکھنے لگی جو دو کھجوروں اور ایک جگ اسکنجبین پر مشتمل تھے، بھنڈی پک چکی تھی نماز مغرب کے بعد اس کا پھلکے ڈالنے کا ارادہ تھا، مغرب کی اذان شروع ہو گئی تھی، وہ ٹرے لے کر باورچی خانے سے باہر آ گئی۔

☆☆☆

ذکیہ بیگم اور نصیر اللہ کا تعلق متوسط طبقے سے تھا، نصیر اللہ کو ذکیہ بیگم خاندان کی ایک شادی کی تقریب میں اتفاقاً دکھائی دے گئی تھیں، گوری چٹی خوبصورت نین نقش کی مالک شوخ چنچل اور خوش مزاج ذکیہ بیگم آن کی آن میں نصیر اللہ کے دل میں سما گئی تھیں، بس پھر کیا تھا انہوں نے اپنی بہن سے ان کے بارے میں پتا کرانے کا کہا تو اگلے دن ہی معلوم ہوا کہ وہ اپنی جس کزن کی شادی میں آئے ہوئے ہیں ذکیہ اس کزن کی بھتیجی تھی، ذکیہ حسین و جمیل تھی لہٰذا نصیر اللہ اور ان کی بہن لبنیٰ اور ماں صغراں بی بی کو بھی دیکھتے ہی پسند آ گئی تھی اور نصیر اللہ خود بھی دلکش شخصیت کے مالک تھے اونچا لمبا قد تھا، براؤن آنکھیں، گندمی رنگت، ستواں ناک، مردانہ وجاہت بھی تھی اور سرکاری نوکری بھی تھی، ذکیہ بیگم کے والد ریاض امجد اور والدہ سکینہ بیگم کے پاس نصیر اللہ کی فیملی رشتہ لے کر پہنچ گئی، ریاض امجد نے فوراً انکار کر دیا کیونکہ وہ قریبی رشتے داروں میں اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی کرنا چاہتے تھے، ذکیہ سے دو سال بڑی صفیہ تھیں، بھائی ایک ہی تھا رحمان علی اور وہ دونوں بہنوں سے بڑا تھا اس کی شادی اس کی خالہ زاد صائمہ کے ساتھ ہو چکی تھی اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا عدنان دو سال کا۔

سکینہ بیگم اور ذکیہ کو نصیر اللہ کا رشتہ پسند آیا تھا لہٰذا وہ دونوں اس رشتے کے حق میں بول پڑیں، ادھر نصیر اللہ کے گھر والوں نے ریاض امجد کی دہلیز پکڑ لی، ریاض امجد نے نا چاہتے ہوئے اس رشتے کے لئے ہاں کر دی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ شادی کے بعد ذکیہ بیگم کا ان سے ان کے گھر

http://famousurdunovels.blogspot.com/
Famous Urdu Novels

سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوگا، سکینہ بیگم اور ذکیہ بیگم کا خیال تھا کہ ریاض امجد کا غصہ وقتی ہے شادی کے بعد خود ہی ختم ہو جائے گا مگر یہ ان کی بھول تھی انہوں نے شادی کے بعد ذکیہ بیگم اور نصیر اللہ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھا انہیں غصہ اس بات کا تھا کہ ذکیہ نے لڑکی ہو کر اس رشتے کے لئے اپنی پسندیدگی اور رضا مندی ان کے انکار کے باوجود دی تھی اور نصیر اللہ سے پسندیدگی کا اظہار برملا کر دیا تھا، ماں کے سامنے لہٰذا انہیں بیٹی کی اس درجہ بے باکی نے بیٹی سے بدظن اور متنفر کر دیا تھا، ذکیہ بیگم کو دکھ تو بہت تھا باپ کی ناراضگی کا مگر وہ محبت کرنے والے خوبرو شوہر کو پا کر بھی بہت خوش تھیں، صفیہ بیگم کی شادی بھی ذکیہ کے ساتھ ہی ہوئی تھی اپنے چچا زاد الیاس کے ساتھ وہ البتہ ذکیہ سے ملتی رہتی تھی، مگر میکے کا اور کوئی فرد ان سے ملنے کی کوشش بھی نہیں کر پایا اس ڈر سے کہ کہیں ریاض امجد اس سے بھی ناراض نہ ہو جائیں اور اسے بھی گھر سے نکل جانے کا حکم نہ دے دیں، ذکیہ کو میکہ اس طرح سے چھوٹنے کا دکھ ضرور تھا لیکن وہ شوہر اور سسرال والوں کے سامنے ظاہر نہیں کرتی تھیں ان کی ساس ضرور انہیں طعنے دیا کرتی تھیں کے باپ نے ذرا سی بات پہ بیٹی سے تعلق ختم کر لیا، انہیں انکار کیا تھا پہلے پھر بیٹی نے ان کے بیٹے کو اپنی اداؤں میں پھنسا لیا تھا جبھی اس کے لئے باپ کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی پھر تو غیرت مند باپ کو ایسا ہی کرنا تھانا۔

ذکیہ بیگم کا پاؤں بھاری ہوا تو وہ یہ خوشی بھی اپنے سسرال کے علاوہ میکے میں کسی سے شیئر نہ کر سکیں، ادھر نصیر اللہ کا تبادلہ حیدر آباد ہو گیا یوں کراچی سے حیدر آباد شفٹ ہونے کے دوران اور میکے سے دور ہونے کے صدمے کی وجہ سے گھر کی سیٹنگ میں مگن ہو کر ذکیہ بیگم بیمار پڑ گئیں، یہ صدمہ الگ ان کے لئے اور نصیر اللہ کے لئے بہت دنوں تک دکھ کا باعث بنا رہا، ذکیہ بیگم کی ساس نے الگ انہیں دس باتیں سنائیں میکے والوں کو برا بھلا کہا ایسے میں نصیر اللہ نے ہی ذکیہ بیگم کو اپنی محبت اور ساتھ کا احساس دلایا اور اس تکلیف دہ وقت سے نبٹنے کا حوصلہ دیا۔

وقت گزرتا رہا، صفیہ اپنے شوہر کے ساتھ دوبئی چلی گئیں اور دو بہنوں کے بیچ جو خط و کتابت یا ٹیلی فون پر کبھی کبھار رابطہ ہو جایا کرتا تھا وہ بھی نہ رہا، شادی کے تین سال بعد ذکیہ بیگم دوبارہ امید سے ہوئیں اللہ نے انہیں چاند سی بیٹی سے نوازا تھا اور انہیں اور نصیر اللہ کو یوں لگا تھا جیسے ان کی کائنات مکمل ہو گئی ہے، انہوں نے بیٹی کا نام ''ربیعہ'' رکھا، ربیعہ کے بعد ذکیہ بیگم کی گود میں کوئی پھول نہ کھلا اور وہ میاں، بیوی ربیعہ کو دیکھ دیکھ کر ہی جینے لگے، وقت گزرتا رہا، ربیعہ اسکول سے کالج میں پہنچ گئی، سرخ سفید رنگت والی نرگسی آنکھیں، سرخ عنابی ہونٹوں پر کھلتی مسکان اور مناسب قد کاٹھ اور بھرا بھرا جسم، گھنے سلکی بالوں کی آبشاریں وہ شاعر کے تخیل سے زیادہ حسین تھی، شوخ چنچل بھی تھی ذہین بھی تھی، میٹرک میں بورڈ میں ٹاپ کیا تھا اور وظیفہ حاصل کیا تھا، ایف اے میں بھی بورڈ میں دوسری پوزیشن حاصل کی تھی، ماں باپ کو اس کی ذہانت قابلیت اور کامیابی پر فخر تھا، دن اچھے گزر رہے تھے۔

نصیر اللہ کو باپ کے مکان میں، دکان میں سے حصہ ملا تو انہوں نے پانچ مرلے کا گھر بنا لیا ڈبل اسٹوری گھر تھا رہنے کو اپنا ذاتی ٹھکانہ ملنے پر وہ دونوں ہی اللہ کے حضور شکر بجا لاتے تھے، ربیعہ تھرڈ ائیر میں پڑھ رہی تھی جب اچانک نصیر اللہ کی طبیعت خراب ہو گئی اور ایسی خراب ہوئی کہ

سدھرنے کا نام ہی نہ لیا، ٹیسٹ ہوئے تو پتا چلا کہ انہیں ہیپاٹائٹس سی ہے اور وہ بھی آخری دموں پر، یہ انکشاف تو ذکیہ بیگم اور ربیعہ کے لئے قیامت سے کم نہ تھا، صرف تین ماہ کے اندر اندر نصیر اللہ، اللہ کو پیارے ہو گئے، ذکیہ بیگم تو جیسے چلتی دھوپ تلے آن کھڑی ہوئی تھیں، پہلے ماں باپ کے ہوتے ہوئے ان کی شفقت سے محروم ہو گئیں اور اب شوہر نام کی جو چھت ان کے سر پر تھی وہ بھی چھن گئی تھی، ربیعہ نہ ہوتی تو وہ خود کو پھر سے زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے تیار نہ کر پاتیں۔

سسرال والوں نے تو پلٹ کر خبر تک نہ لی، مکان چونکہ ذکیہ بیگم کے نام کر دیا تھا نصیر اللہ نے لہٰذا سسرال والوں کو ان سے کچھ ملنے کی امید بھی نہیں تھی، نصیر اللہ کی بہن لبنیٰ نے البتہ سوچا ہوا تھا کہ ان کے بیٹے کی پڑھائی مکمل ہو جائے نوکری لگ جائے تو وہ ربیعہ کا رشتہ اپنے بیٹے رمیز کے لئے مانگ لے گی اس طرح وہ ربیعہ کے ذریعے اس کا مکان بھی اپنی مٹھی میں کر لے گی۔

ذکیہ بیگم کو بھی بیوگی کی دھوپ نے جھلسے ہوئے رشتوں کی تپش کا احساس دلا دیا تھا، وہ سلائی کا کام کر کے گھر چلانے لگیں، نصیر اللہ کی پنشن بھی کسی حد تک مددگار ثابت ہو رہی تھی اخراجات پورے کرنے میں، اسی طرح مشقت کی چکی میں پستے ہوئے تین برس گزر گئے تھے، ربیعہ نے ایم اے بی ایڈ کر لیا تھا اور ابھی دو ماہ پہلے ہی اسے سرکاری اسکول میں نوکری بھی مل گئی تھی، تنخواہ اچھی تھی لہٰذا وہ بہت خوش اور مطمئن تھی اور چاہتی تھی کہ ذکیہ بیگم سلائی کا کام کرنا چھوڑ دیں جبکہ ذکیہ بیگم کو اس کی شادی کی فکر ستا رہی تھی اور وہ اس کی شادی کے لئے جہیز جمع کرنے کے لئے آمدنی کا ذریعہ بڑھانے کا سوچ رہی تھیں، اسی خیال کے تحت انہوں نے گھر کا اوپر والا حصہ کرائے پہ دینے کا سوچا تھا، اوپر دو کمرے تھے، غسل خانہ تھا، صحن تھا اور اوپر کا حصہ یوں بھی ان کے استعمال میں نہیں تھا تو اسے استعمال میں لا کر فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

☆☆☆

دروازے پر اچانک بہت زور سے دستک ہوئی تھی کے گملوں کو پانی دیتی ربیعہ اچھل گئی تھی، ذکیہ بیگم برآمدے میں سلائی مشین رکھے کپڑے سی رہی تھیں۔

''یہ صبح صبح کون آ گیا؟'' ربیعہ نے پانی کا پائپ ایک طرف رکھا اس دوران دروازہ دوسری بار دھڑا دھڑ بجایا گیا تھا، وہ دوپٹہ شانوں پہ پھیلاتی ہوئی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی اور دروازہ کھول دیا۔

سامنے ایک اجنبی شخص نیلی جینز کی پینٹ اور نیلی ہی جینز کی شرٹ میں ملبوس اپنے ہیر وکٹ کے ساتھ کھڑا تھا، ربیعہ اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھی۔

''ہاں جی کیا مسئلہ ہے، شہر کے آوارہ کتے آپ کے پیچھے پڑ گئے ہیں یا پولیس پیچھے لگی ہوئی ہے جو یوں دروازہ پیٹے جا رہے ہو توڑنا ہے کیا؟''

سامنے کھڑا شخص اس کو اس نان اسٹاپ حملے سے ٹپٹا گیا اسے توقع نہیں تھی کہ اس قدر شدید بمباری کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے وہ تو اپنی دھن میں دروازہ بجائے گیا تھا۔

''معاف کیجئے گا مجھے دھیان نہیں رہا۔''

''کس بات کا؟'' ربیعہ نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

''میں سمجھا آپ لوگ سو رہے ہوں گے۔''

''کیوں ایسا کیوں سمجھا آپ نے؟ اور

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

سوئے ہوؤں کو جگانے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟ چلے تھے ہمارے گھر کا دروازہ توڑنے، خیر ہو کون تم؟ اپنے آنے اور دروازہ بجانے کا سبب بیان کرو۔" ربیعہ تیزی سے بولتی ہوئی اسے سچ مچ بوکھلائے دے رہی تھی حالانکہ وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھا، پراعتماد اور سمجھدار تھا مگر اس لڑکی کے سامنے اس کی بولتی بند ہوگئی تھی شاید اس لئے کہ وہ ایسے ردعمل کا تصور بھی نہیں کیے ہوئے تھا۔

"میں ڈاکٹر ارسلان احمد ہوں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا۔

"لیکن میں مریض نہیں ہوں اور نہ ہی اس گھر میں کوئی اور مریض ہے۔" ربیعہ نے فوراً جواب دیا۔

"میں کرایے دار ہوں۔"

"کس کے؟" ربیعہ نے سوال کیا۔

"یہ نصیر اللہ مرحوم کا گھر ہے نا؟"

"دروازے کے دائیں جانب نیم پلیٹ پر کیا نام لکھا ہے؟" ربیعہ نے تیزی سے پوچھا تو وہ دائیں جانب نیم پلیٹ پر نگاہ ڈال کر بولا۔

"نصیر اللہ لکھا ہے جی۔"

"تو پہلے پڑھ لیا ہوتا نا۔"

"پڑھ کر ہی دروازہ بجایا تھا۔" وہ بولا۔

"نصیر اللہ مرحوم کو جگانے کا ارادہ تھا شاید جو دھڑ ادھڑ دروازہ بجایا جا رہا تھا۔"

"ربیعہ! کون ہے دروازے پر؟ کس سے بحث کر رہی ہو؟" ذکیہ بیگم کی آواز آئی تو ارسلان احمد بولا۔

"آنٹی! میں ہوں کرایے دار۔"

"کون سے کرایے دار؟" ربیعہ نے بھنویں اچکا کر دائیں ہاتھ کے اشارے سے پوچھتے ہوئے کہا۔

"ہم کرایے پہ کمرہ دیں گے تو کرایے دار کہلاؤں گے نا، پہلے سے ہی کرایے دار ہو گئے واہ بھئی۔"

"کون ہے؟" ذکیہ بیگم اٹھ کر دروازے تک آ گئیں۔

"السلام علیکم خالہ جی، میں ڈاکٹر ارسلان ہوں مجھے مسز کرمانی نے بتایا کہ آپ کمرہ کرایے پر دینا چاہتی ہیں تو میں یہاں اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ ربیعہ کچھ بولتی اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے فوراً اپنا تعارف کرایا اور جلدی سے اپنے آنے کا سبب بھی بیان کر دیا۔

"اچھا اچھا آؤ بیٹا اندر آ جاؤ جیتے رہو۔" ذکیہ بیگم نے اس کی بات سن کر مسکراتے ہوئے نرمی سے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور اسے اندر بلایا، مسز کرمانی سے انہوں نے ہی کہا تھا کہ کوئی شریف کرایے دار چاہیے انہیں، اگر ان کی نظر میں کوئی ہو تو بتائے گا سو انہوں نے ہی ڈاکٹر ارسلان احمد کو ان کے گھر بھیجا تھا۔

"شکریہ خالہ جی۔" وہ سکون کا سانس لیتا مسکراتا ہوا اندر چلا آیا، ربیعہ نے اسے گھورتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

"آتے ہی رشتہ بھی بنا لیا اماں سے، خالہ جی کا کچھ لگتا۔" ربیعہ بڑبڑائی مگر وہ سن کر مسکرا دیا تھا۔

"ایک گلاس پانی مل سکتا ہے۔" ارسلان احمد نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"کیوں؟ رمضان میں روزے دار سے پانی مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی آپ کو، اتنے ہٹے کٹے ہو کر روزہ نہیں رکھتے توبہ توبہ، گناہ ملے گا آپ کو۔" ربیعہ تیزی سے بولتی چلی گئی، ذکیہ بیگم نے اپنا سر پکڑ لیا اور ڈاکٹر ارسلان نے اس کے صبیح سندر چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور ایک پیاسے کو پانی نہ پلا کر گناہ تو آپ کو بھی ملے گا۔"

"ارے واہ، خواہ مخواہ۔" وہ تنک کر بولی۔

"ربیعہ! پانی لاؤ فوراً۔" ذکیہ بیگم نے گھور کر کہنے پر وہ منہ بسورتی ہوئی کچن سے گلاس لینے چلی گئی۔

"خالہ جی! میں صبح چار بجے کراچی سے یہاں پہنچا ہوں، مسز کرمانی نے آپ کا ایڈریس سمجھا دیا تھا اس لئے سورج نکلتے ہی یہاں چلا آیا، سفر میں تھا اس لئے روزہ نہیں رکھا، لاہور سے کراچی اور کراچی سے حیدر آباد آیا ہوں، یہاں میری پوسٹنگ ہو گئی ہے ہسپتال میں تو چند ماہ تو اس شہر میں اپنی خدمات پیش کرنا ہوں گی مجھے، آگے کا اللہ مالک ہے۔"

"بیٹا! اپنا شناختی کارڈ دکھا دو اور کاپی مجھے دے دو برا مت ماننا، آج کل کے حالات نے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے ہم کسی کو شناخت کیے بغیر اپنا گھر کرایے پر نہیں دے سکتے یہ وقت اور احتیاط کا تقاضا بھی ہے اور ضرورت بھی ہے۔" ذکیہ بیگم نے سنجیدہ مگر نرمی لہجے میں کہا۔

"جی خالہ جی بالکل درست فرمایا آپ نے یہ میرا اصل شناختی کارڈ ہے آپ دیکھ لیں فوٹو کاپی ایک دو دن میں کرا کے آپ کو دے دوں گا۔" ارسلان نے اپنے والٹ میں سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر ذکیہ بیگم کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو بیٹا، کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا ارسلان؟"

"جی ڈاکٹر ارسلان احمد فرام لاہور۔" ارسلان نے اپنا تعارف پھر سے کرایا وہ شناختی کارڈ پر لگی تصویر کو بغور دیکھنے کے بعد ارسلان کو دیکھ کر گویا تصدیق کرنا چاہ رہی تھیں کہ یہ شناختی کارڈ اس شخص کا ہی ہے یا کسی اور کا ہے، ذکیہ بیگم کو یقین آ گیا یہ شخص ڈاکٹر ارسلان ہی ہے مگر پھر بھی انہوں نے ربیعہ کو بھی شناختی کارڈ دکھا کر تصدیق کرنا ضروری سمجھا اور اسے آواز دے ڈالی۔

"اے ربیعہ! پانی لینے گئی تھی وہیں رہ گئی ادھر آ۔"

"جی اماں آ گئی، لیں پانی پئیں۔" ربیعہ نے احسان کی طرح گلاس ارسلان کی طرف بڑھایا تھا۔

"شکریہ، زحمت کی معافی چاہتا ہوں۔" ارسلان نے گلاس لے کر مروتاً کہا تو وہ اترا کر ذکیہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ دیکھیو، یہ کارڈ اسی بچے کا ہے نا؟"

"اماں، یہ بچے کہاں سے نظر آ رہے ہیں آپ کو شناختی کارڈ تو انہی کا ہے اٹھائیس برس کے ہیں موصوف اور آپ بچہ کہہ رہی ہو۔" ربیعہ نے شناختی کارڈ الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا تو ذکیہ بیگم کی تسلی ہو گئی اور وہ ارسلان کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"بیٹا! تم چاہو تو اوپر جا کر کمرہ دیکھ سکتے ہو، چھ ہزار ماہانہ دینا ہوگا اور اگر کھانا ناشتہ ہم دیں گے تو دس ہزار ماہانہ، تمہیں منظور ہو تو سر آنکھوں پر ورنہ تمہاری مرضی ہے۔"

"ٹھیک ہے خالہ جی، میں کمرہ دیکھ کر ہی فائنل کروں گا۔" ارسلان نے پانی پی کر خالی گلاس اسٹول پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں بیٹا، ٹھیک ہے آؤ میں تمہیں کمرہ دکھا دوں اور ربیعہ تو چائے بنا لے ان کے واسطے، بیٹا ناشتہ کرو گے یا کر کے آئے ہو؟"

"اماں! تم تو اسے سچ مچ اپنا رشتے دار سمجھ بیٹھی ہو جو یوں چائے ناشتے کا پوچھ رہی ہو، میں اس کھوجے دار کے لئے چائے ناشتہ نہیں

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

بناؤں گی ہاں۔'' اس سے پہلے کہ ارسلان کچھ بولتا ربیعہ نے تیزی سے کہا تو وہ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ وتاب کھانے لگا۔

''یہ لڑکی ہے لال مرچ جب سے آیا ہوں مرچیں چبا رہی ہے، ایک کمرہ کرائے پہ دے رہی ہے، بنگلہ تھوڑی کرائے پہ دے رہی ہو جو اتنا اترا رہی ہو، نخرے دکھا رہی ہو۔'' ارسلان نے دل میں سوچا۔

''اچھا چپ کر جا، کسی آئے گئے کو بھی دیکھ لیا کر جو منہ میں آتا ہے فٹ بک دیتی ہے۔'' ذکیہ بیگم نے خجل ہو کر اسے ڈپٹا تو ارسلان شوخ لہجے میں بولا۔

''خالہ جی! یہ تو بڑی بری بیماری ہے آپ اس کا علاج کیوں نہیں کراتیں؟''

''اب تم آ گئے ہو نا خالہ کے بھانجے تو علاج بھی ہو جائے گا۔'' ربیعہ نے فوراً جواب دیا تو وہ بمشکل اپنی ہنسی روک پایا اور ذکیہ بیگم اسے بس گھورتی رہ گئیں، ارسلان کو کمرہ اور واش روم مناسب لگا تھا اور وہ دس ہزار میں قیام و طعام کا بندوبست کر کے اپنا سامان لانے اور شام تک گھر آنے کا کہہ کر چلا گیا تھا۔

''اماں! تم نے ان ڈاکٹر صاحب کو کرائے پہ تو رکھ لیا ہے اب مہینے بھر کا راشن بھی گھر میں ڈالو لو، کیا پکائیں، کھلائیں گے کرائے دار کو وہ ایسے ہی تو دس ہزار مہینے کے ہمارے ہاتھ پہ نہیں رکھ دے گا۔'' ربیعہ نے ارسلان کے جاتے ہی ذکیہ بیگم سے کہا تو وہ اپنے گھٹنے سہلاتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں بولیں۔

''ارے ہاں پتا ہے مجھے، وہ کریانے والا حنیف ہے نا اسے ٹیلی فون کر کے بول کے کسی لڑکے کو بھیج دے سامان کی لسٹ لے جائے آ کے اور سامان کے ساتھ بل بنا کے بھیج دے مجھ میں اس وقت اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں خود جا کے دکان سے سودا خرید لاؤں۔''

''سیڑھیاں چڑھو گی تو گھٹنے تو آپ ہی دہائی دیں گے نا، میں فون کر کے تیل کی مالش کر دیتی ہوں آپ کے گھٹنوں پہ۔'' ربیعہ نے تیزی سے کہا۔

''نہ بس مالش تو تو رہنے دے، روزے میں جان مارے گی تو شام تک ادھ موئی ہوئی پڑی ہوں گی۔'' ذکیہ بیگم نے سہولت سے منع کر دیا۔

''میری بہت فکر ہے اپنا ذرا خیال نہیں ہے روزے میں سلائی کے کپڑے اٹھا لائی ہو تم بھی تو جان مارو گی نا۔''

''تو پھر بولنے لگی، چل جو کام کہا ہے وہ کر جا کے، اس ڈاکٹر کے سامنے بھی کیسی پٹر پٹر زبان چل رہی تھی تیری، وہ تو شکر ہے کہ اس نے انکار نہیں کر دیا یہاں کرائے پہ رہنے سے۔'' ذکیہ بیگم نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا۔

''بس تمہیں تو شکر کرنے کا بہانہ چاہیے اماں۔'' وہ موبائل پر کریانہ اسٹور کا نمبر ملاتے ہوئے بولی۔

''شکر ادا کرنے سے نعمت بڑھتی ہے نالائق لڑکی۔''

''محنت کرنے سے نعمت بڑھتی ہے اماں، اگر ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھ جائیں اور صرف شکر کا کلمہ پڑھتے رہیں تو اس سے ہمارے گھر کا راشن مفت میں کہیں سے نہیں آنے کا نہ ہی بجلی گیس کے بل ادا ہوں گے، البتہ محلے والے ضرور ہمیں اللہ لوک سمجھنا شروع کر دیں گے اور دم درود کے لئے ہمارے پاس آنا شروع ہو جائیں گے۔''

ربیعہ نے نمبر ملانے سے دھیان ہٹا کر ذکیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے تلخی سے کہا تو ذکیہ بیگم اسے

تاسف اور بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''سچ کہا ہے کس نے غربت یا تو انسان کو اللہ سے ملا دیتی ہے یا اللہ کو بھلا دیتی ہے۔''

''اللہ سے ملا دینے والی بات صحیح کہی اماں آپ نے غربت میں مر کے انسان اللہ ہی سے تو جا ملتا ہے، غربت اور امارت دونوں ہی انسان کا امتحان ہوتی ہیں یا تو انسان کو اللہ کے قریب لے جاتی ہیں یا پھر اللہ سے دور کر دیتی ہیں، شکر اور صبر کا کھیل ہے یہ تو سارا۔'' ربیعہ نے سنجیدگی سے کہا تو ذکیہ بیگم نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا جو کبھی کبھی تو ایسی عقل کی بات کرتی تھی سمجھداری کے بول بولتی تھی کہ وہ دنگ رہ جاتی تھیں، شاید حالات نے باپ کی جدائی نے اسے اس قدر حساس اور چڑچڑا، حقیقت پسند بنا دیا تھا، چھوٹی عمر میں ہی روپے پیسے کی کمی، معاشی تنگی دیکھ لی تھی اس نے اور اب اسکول میں نوکری کرنا پڑ رہی تھی گھر کی گاڑی چلانے کو تو وہ ان باتوں کو اور زیادہ شدت سے محسوس کرنے لگی تھی، جب تک نصیر اللہ حیات تھے تب تک انہوں نے اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تھی، اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کے خوب ناز اٹھائے تھے خوب عیش اور مزے کرائے تھے اسے، مگر یہ تو باپ کی زندگی تک تھا نا، باپ کے پیسوں سے فرمائشوں اور خواہشوں کو پورا کیا جاتا تھا، اپنے پیسوں سے تو صرف ضروریات پوری ہوتی تھیں، فکر اور بے فکری کی زندگی کا یہی فرق تھا۔

''اللہ پاک! میری نازوں پلی بیٹی کے نصیب نیک کرنا اس کو ہمیشہ خوش، خوشحال اور عزت والی زندگی دینا اس کو محبت اور عزت دینے والا شریک حیات عطا کرنا کوئی دکھ میری ربیعہ کا مقدر نہ کرنا میرے مالک۔'' نماز میں دعا مانگتے ہوئے ذکیہ بیگم کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی جاری تھی، ماں تھیں اسی لئے ان کی دعا میں صرف اپنی اولاد کی بہتری کی التجا شامل تھی، ربیعہ نے انہیں یوں ہاتھ پھیلائے اشک بہاتے دیکھا تو بے کل سی ہو کر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

صبح سے شام اور اب رات ہونے کو تھی ڈاکٹر ارسلان احمد ابھی تک اپنا سامان لے کر نہیں آیا تھا، ربیعہ نے اوپر والا کمرہ پھر سے صاف ستھرا کر دیا تھا، کمرے میں ایک سنگل مسہری تھی جس پر کاٹن کی نئی چادر اور تکیے کے ساتھ سجا تھا، لکڑی کی دو کرسیاں ایک اسٹول تھا جو دائیں جانب ترتیب سے رکھے تھے اور بیڈ کے بائیں جانب کچھ فاصلے پر دیوار گیر الماری تھی جس میں کپڑوں جوتوں اور کتابوں کے الگ الگ ریک بنے ہوئے تھے، الماری سے کچھ فاصلے پر دیوار پر نیا آئینہ آویزاں تھا، جس کے پلاسٹک کے اسٹینڈ پر نئی کنگھی رکھی تھی، دروازے اور صحن میں کھلنے والی واحد کھڑکی پر نیلے اور سفید رنگ کے پھولدار پردے ٹنگے تھے، اینٹوں کے فرش پر پلستر ہوا تھا اور کمرہ نئے رنگ و روغن کے سبب نیا نیا لگ رہا تھا اور ہلکے آسمانی رنگ کی سفیدی ہونے کے باعث کمرہ روشن روشن اور کشادہ محسوس ہوتا تھا، ارسلان احمد کو ایسی لئے کمرہ پسند آ گیا تھا کے گھر کے مکینوں نے اسے صاف ستھرا رکھا ہوا تھا اور گھر کی خواتین کا سلیقہ بھی جھلک رہا تھا، کمرے کی سیٹنگ اور صفائی میں۔

''اماں! عشاء کا وقت ہونے کو ہے تمہارا کرائے دار تو ابھی تک نہیں آیا۔'' ربیعہ نے گھڑی پر وقت دیکھتے کہا تو ذکیہ بیگم فکر مندی سے بولیں۔

''اللہ خیر کرے کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو گیا ہو ویسے بھی وہ بے چارہ تو نیا ہے حیدر آباد میں۔''

http://famousurdunovels.blogspot.com/
Famous Urdu Novels

"تمہارا ابھی جواب نہیں ہے اماں، پرائے شخص کی اتنی فکر کر رہی ہو حالانکہ لوگ تو اپنوں کی فکر نہیں کرتے۔" ربیعہ نے انہیں دیکھتے ہوئے متعجب ہو کر کہا۔

"پرائے لوگوں کا خیال کریں، فکر کریں تو اللہ اپنوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔"

"کون سے اپنے اماں، وہ جو آپ کو اپنی پسند سے زندگی گزارنے کا حق بھی نہیں دیتے، وہ جو ذرا سی حکم عدولی پر سارے رشتے ناطے توڑ ڈالتے ہیں، اپنی مرضی اور پسند سے نکاح کرنے کا حق عورت کو اللہ نے دیا ہے، اسلام نے حق دیا ہے لڑکی کو کہ وہ اپنی پسند ناپسند کا اظہار کر سکتی ہے یہاں الٹا ہی حساب ہے، لڑکی اگر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دے تو وہ گناہ ہو جاتا ہے بے شرمی کہلاتا ہے، اس کی پاداش میں لڑکی سے تعلق ختم کر لیا جاتا ہے اور اگر لڑکی بے چاری بیوہ ہو جائے تو بڑے کروفر سے کہا جاتا ہے، "دیکھا ہماری نافرمانی کی تھی اپنی مرضی سے شادی کی تھی اب ہو گئی نا بیوہ مل گئی نا سزا نافرمانی کرنے کی" ہونہہ، اللہ کے کاموں کو اپنی مرضی سے عبارت کرتے ہیں، زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے نا اماں، پھر ان کا دل اس بات پر کیسے خوش ہو سکتا ہے کہ ان کی بیٹی بیوہ ہو گئی؟"

ربیعہ کو اپنے والد کے انتقال پر کسی کی کہی ہوئی باتیں یاد آ گئیں تھیں کہ اس کے نانا نے اس کے باپ کی موت کی خبر سن کر بے اختیار کہا تھا کہ "یہ تو ہونا ہی تھا باپ کی نافرمانی کر کے شادی کی تھی نا اس کی سزا تو ملنی ہی تھی اسے۔"

"تو اس طرح مت سوچا کر یونہی کسی نے بے پر کی اڑائی ہو گی بھلا ماں باپ کبھی اپنی اولاد کی تکلیف اور نقصان پہ خوش ہوئے ہیں ان کے تو کلیجے پھٹ جاتے ہیں اولاد کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر۔" ذکیہ بیگم نے نظریں چرا کر اپنے دل کے درد کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے میکے والوں کے تو کلیجے نہیں پھٹے بلکہ ان کے تو دل پتھر کے اور احساس بنجر ہیں، جبھی پلٹ کے آپ کی خبر تک نہیں لی کبھی۔" ربیعہ نے تلخی سے کہا تو ذکیہ بیگم قدرے تیز لہجے میں بولیں۔

"اچھا بس، میرے میکے والوں کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ سلامت رکھے میرا میکہ میرے ماں باپ اور میرے بھائی بہن کو گرم ہوا نہ لگے کبھی، سدا سکھی رہیں وہ سب۔"

"واہ اماں بیٹی ہو تو آپ جیسی جس میکے نے مان نہ رکھا اس میکے پہ اتنا مان، واہ کیا کہنے۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اوپر کمرے میں موم بتی اور ٹارچ رکھ کے آ اور ایک جگ میں پانی اور گلاس بھی رکھ دو بیچارہ ارسلان کے واسطے، لوڈشیڈنگ میں وہ بے چارہ کہاں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے گا۔" ذکیہ بیگم نے فوراً بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"اماں! آنے تو دو اسے پانی بھی رکھ دوں گی اتنی گرمی میں پانی بھی گرم ہو جائے گا اس کے آنے تک اب یہ مت کہنا کے واٹر کولر نکال کر اس میں برف بھر کے رکھ دوں اس کرایے دار کے واسطے، اس کا بندوبست وہ خود کرے گا ہم نے کوئی ٹھیکہ نہیں لیا اس کے ہر آرام کا ویسے بھی وہ ہمارا کرایے دار بن کے آ رہا ہے مہمان بن کر نہیں آ رہا۔"

"اف توبہ میری توبہ، اے ربیعہ تو کتنا بولتی ہے اور بے جا بولتی ہے، ارے اتنی لمبی زبان والی لڑکیاں کسی کو اچھی نہیں لگتیں سسرال جائے گی تو

اس زبان کے ساتھ مار کھائے گی برداشت کرنا اور نظر انداز کرنا سیکھ لے عورت کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے نہیں تو گھر نہیں بستا۔" ذکیہ بیگم نے اس کے الوہی حسن کو فکرمندی سے دیکھتے ہوئے سمجھایا۔

"اللہ کی رحمت ہو جائے تو گھر کیا جنگل بیابان بھی بس جاتا ہے اماں، ساری بات ہے نصیب کی۔" ربیعہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور برآمدے میں بنی دیوار گیر الماری کھول کر موم بتی اور ٹارچ نکال کر سیڑھیوں کی جانب بڑھی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، اس کے بڑھتے قدم رک گئے اور وہ ذکیہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

"لیجئے آ گیا آپ کا کرایے دار صبح جو کلاس لی تھی نا اس کا اثر ہے جبھی شریفانہ دستک دی ہے اب خود ہی استقبال کریں اس کا، میں یہ موم بتی، ٹارچ رکھنے جا رہی ہوں اوپر کمرے میں۔"

"پانی بھی رکھ دیجیو۔"

"رکھ دوں گی پہلے آپ دیکھ تو لو کہیں وہ پھر ہمیں سوتا سمجھ کر دروازہ نہ توڑنا شروع کر دے۔"

ربیعہ یہ کہہ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی، ذکیہ بیگم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ارسلان احمد سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا، دونوں ہاتھوں میں سوٹ کیس اور سفری بیگ اٹھائے ہوئے تھا۔

"آ گئے بیٹا۔" ذکیہ بیگم نے اسے اندر آنے کے لئے راستہ دیا۔

"جی خالہ جی، مجھے تو آنا ہی تھا۔" وہ جانے کس خیال کے تحت مسکراتا ہوا بولا اور اندر داخل ہو گیا۔

"اماں! ان سے کہہ دیں روزہ رکھنے کی توفیق ہو تو سحری اور افطاری کے لئے نیچے آنا ہو گا اوپر کوئی نہیں پہنچائے گا کھانا۔" ربیعہ نے نیچے آ کر ارسلان کو ذکیہ بیگم سے باتیں کرتے دیکھا تو فوراً کہہ دیا وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"جی بہتر، اور کوئی شرط یا حکم؟"

"بیٹا! تم اس کی باتوں کا برا مت ماننا یہ تو یونہی بولتی رہتی ہے۔" ذکیہ بیگم نے ربیعہ کو گھورا اور ارسلان سے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا تو ربیعہ فٹ سے بولی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے اماں، ایک غیر مرد کے سامنے تم اپنی بیٹی کی برائی کر رہی ہو میں یونہی نہیں بولتی بس سچی اور صاف کرتی ہوں جو کچھ لوگوں کو ہضم نہیں ہوتی اس لئے مجھ منہ پھٹ تیز طرار، بدتمیز کہہ کر اپنے دل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ربیعہ! کیا کہا تھا میں نے تجھے؟ چل پانی بنا جا کے۔" ذکیہ بیگم نے اسے غصے سے دیکھتے ہوئے کہا اور تیز لہجے میں کہا تو ارسلان اپنی مسکراہٹ دبائے ربیعہ کے چہرے پر پھیلی سرخی کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"بنا رہی ہوں۔" ربیعہ پیر پٹختی باورچی خانے میں گھس گئی۔

"بیٹا کھانا کھاؤ گے؟" ذکیہ بیگم پھر سے ارسلان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"نہیں خالہ جی، کھانا میں کھا کر آیا ہوں، کل سے سفر میں ہوں اب تو صرف آرام کروں گا، آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے کمرے میں جاؤں۔" ارسلان نے بہت مہذب لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں بیٹا تم جاؤ جا کے آرام کرو روزہ رکھنا ہو تو الارم لگا کے سونا اور سحری کے وقت ادھر ہی آ جانا۔" ذکیہ بیگم نے نرمی سے اپنائیت سے کہا۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"ٹھیک ہے خالہ جی شب بخیر۔" وہ مسکرا کر بولا اور اپنا سامان لے کر اوپر چلا گیا۔

"ربیعہ! کیا دریائے سندھ سے پانی بھرنے چلی گئی جو اب تک کمرے میں نہیں پہنچایا؟"

"پہنچا دیتی ہوں پانی، میں برتن دھو رہی تھی ذرا دیر صبر نہیں ہے آپ میں بھی کرایے دار کے سامنے مجھے پاگل بنا دیا۔" وہ ناراض لہجے میں بولتی ہوئی باورچی خانے سے باہر نکلی۔

"میں اگر تجھے ٹوکوں نہ تو کرایے دار کو پاگل کر دے گی۔"

"ہاں اب تو کرایے دار ہی سب کچھ ہو گیا آپ کے لئے۔" وہ روہانسی ہو کر بولی وہ بے کل ہو گئیں۔

"دیکھو میری بچی، میرا بحث کا موڈ نہیں ہے عشاء کی اذان ہو گئی ہے میں چلی نماز پڑھنے تو بھی اوپر ٹھنڈا پانی دے کر آ جا اور نماز ادا کر کے سو جانا سحری میں اٹھنا ہی ہو گا۔" ذکیہ بیگم اپنی بات مکمل کر کے اپنے کمرے میں چلی گئیں اور وہ فریج میں سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر ایک گلاس اٹھا کر اوپر چھت پہ چلی آئی، کمرے کی لائٹ جل رہی تھی کھڑکی بھی کھلی تھی، کمرے سے ملحق باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی گویا ارسلان نہا رہا تھا، وہ بے دھڑک کمرے میں داخل ہو گئی، بیڈ پر سوٹ کیس کھلا رکھا تھا جس میں ارسلان کے کپڑے، کچھ فائلیں اور شیونگ کٹ پرفیوم کی بوتل رکھے ہوئے تھے، سفری بیگ دیوار کے ساتھ بند ہی رکھا تھا، ربیعہ نے پانی کی بوتل اور گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے ارسلان کی فریم شدہ تصویر کو وہاں رکھے دیکھا اس نے غیر ارادی طور پر فریم اٹھا لیا اور تصویر دیکھنے لگی۔

گندمی رنگت سے دمکتے چہرے میں دلکشی بھی تھی اور سیاہ آنکھوں میں سحر بھی تھا، کھڑی ناک، بھرے بھرے سرخ ہونٹ جن پر سجی مسکراہٹ بھی دلفریب تھی، قد چھ فٹ تھا اس کا اندازہ تو ربیعہ کو اسے دیکھ کر ہی ہو گیا تھا، بلاشبہ ڈاکٹر ارسلان احمد ایک وجیہہ مرد تھا، ربیعہ نے دل ہی دل میں اس کی وجاہت کا اعتراف کیا تھا۔

"نظر لگا رہی ہیں یا نظر اتار رہی ہیں؟"

ارسلان کا شوخ لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تو وہ سٹپٹا کر تصویر واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کی آواز کی سمت گھوم گئی، وہ گیلے بالوں میں بائیں ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا بادامی رنگ کے کرتا شلوار میں کافی فریش اور اسمارٹ دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ بمشکل بول پائی۔

"مطلب یہ کہ آپ براہ راست بھی مجھے دیکھ سکتی ہیں اتنے انہماک کے ساتھ میں ہرگز مائنڈ نہیں کروں گا۔"

"تصویریں اصل سے زیادہ بہتر ہوتی ہیں انسان کے اصل چہرے کو چھپا لیتی ہیں اور ویسے بھی میں یہاں پانی رکھنے آئی تھی تصویر تو یونہی اٹھا کر دیکھ لی آپ سے میچ جو نہیں کرتی۔" ربیعہ نے چوری پکڑے جانے پر اپنا اعتماد کم ہوتا محسوس کیا تھا مگر پھر بھی خود کو پراعتماد ظاہر کرتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"غور سے دیکھیں، تصویر بھی مجھ سے میچ کرتی ہے اور آپ بھی۔" ارسلان نے آگے آتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جانے کے لئے آگے بڑھی تو ارسلان نے اس کا راستہ روک لیا وہ اسے یوں اپنے قریب آتے دیکھ کر بوکھلا کر دو

قدم پیچھے ہٹی تو دیوار سے جا لگی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ، جانے دیں مجھے۔"

"یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں آپ سے یہ کیا کر دیا آپ نے پلیز جانے دیں نا مجھے۔"

ارسلان کا معنی خیز جملہ اس کی سمجھ میں ایکدم سے تو نہیں آیا تھا مگر جب سمجھ میں آیا تو اس کا روم روم تپ کر سرخ ہو گیا تھا۔

"پاگل ہوئے ہیں آپ؟" ربیعہ کی آواز میں لرزش تھی۔

"اگر ہوں، تو سبب آپ ہیں۔" ارسلان نے دیوار پہ اس کے دائیں بائیں اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے جانے کی راہ مسدود کرتے ہوئے اسے وارفتگی سے دیکھتے ہوئے خمار آلود لہجے میں کہا اس نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں، اور رخ پھیر لیا اس کا دایاں رخسار ارسلان کے چہرے کے بالکل قریب تھا اور وہ ضبط جذبات کی سعی میں اپنے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اس کے سندر چہرے کو اتنے قریب سے دیکھتے ہوئے بے قابو ہوتے دل پر حیرت زدہ تھا یہ اچانک وہ کیا سوچ رہا تھا، کیا محسوس کر رہا تھا اور اب کیا کرنے جا رہا تھا اس کے ساتھ؟ اسے اپنے جذبوں، اپنے لفظوں پر اختیار کیوں نہیں رہا تھا۔

"ارے تم تو ڈر رہی ہو مجھ سے، یہ وہ لڑکی تو نہیں ہے جو صبح مجھے بوکھلائے دے رہی تھی، جس نے میری بولتی بند کر دی تھی وہ اس وقت میرے سامنے آنکھیں بند کیے کھڑی ہے خوفزدہ ہو رہی ہے مجھ سے۔" ارسلان نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کی حالت و کیفیت سے حظ اٹھاتے ہوئے کہا تو ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کے چہرے کو دیکھا جو اس کی آنکھوں کے عین سامنے تھا اس کے جسم سے اٹھتی صابن کی خوشبو عجیب سا احساس دلا رہی تھی وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"فکر نہ کرو مجھے حلال کر کے کھانے کی عادت ہے، مانا کہ تمہارا حسن کافر کرنے کے لئے کافی ہے مگر میرا من برسوں کا پرانا پاپی نہیں ہے ابھی تک مسلمان کا دل ہے اس لئے جائز ناجائز اور حلال حرام کا فرق جانتا ہے سمجھتا ہے۔"

"تو...... اس حرکت کا کیا مطلب؟" وہ بمشکل بولی۔

"اف یہ حیرت، یہ حسن، یہ معصومیت، یہ مجھے دیکھنا تمہارا...... دل پہ جبر کرنا محال ہے ربیعہ جی، جاؤ ابھی کے لئے معاف کیا۔" وہ اپنے ہاتھ اس کے دائیں بائیں دیوار سے ہٹا کر ایک طرف ہو گیا گویا اسے جانے کا راستہ دیا تھا۔

"میں نے کون سا گناہ کیا تھا جو معاف کیا؟" حسب عادت ربیعہ کی زبان میں کھجلی ہوئی اور پوچھ بیٹھی۔

"اپنی قاتلانہ اور بے پروا اداؤں سے کسی بھولے مسافر کو لبھا لینا، گناہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟"

"پاگل۔" وہ آہستگی سے بولی اور جانے لگی وہ سن چکا تھا فوراً ہی اس کے سامنے آ کر جرح کرنے لگا۔

"پاگل کیا کس نے ہے؟"

"مم...... مجھے کیا پتا؟"

"تمہیں پتا ہے جبھی تمہاری آواز کانپی اور زبان لڑکھڑائی ہے اور اگر میں نے بتایا نہ تو لگ پتا جائے گا اس لئے ابھی تو جاؤ میرے کمرے سے۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو وارفتگی سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرے کمرے سے، تو ایسے کہہ رہے ہو

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

جیسے مالک ہو یہاں کے۔" ربیعہ نے چڑ کر کہا۔

"مالک تو میں بن ہی جاؤں گا کمرے کا بھی اور تمہارا بھی، بھرپورے استحقاق کے ساتھ تمہیں اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لاؤں گا اور تب جانے کا ہر راستہ تمہیں بند ملے گا۔"

"بدتمیز، بے شرم، دل پھینک، تھرڈ گریڈ انڈین فلموں کا پٹا ہوا ہیرو، مفت مشورہ دے رہی ہوں صبح پہلا کام یہ کرنا کے کسی دماغی امراض کے ڈاکٹر سے اپنا معائنہ کروانا، حیدر آباد آتے ہی تمہارے دماغ کے پیچ ڈھیلے ہو گئے ہیں، آیا بڑا مجھے لائن مارنے چلا ہے، ہونہہ۔" ربیعہ کا کھویا ہوا اعتماد اور جلال پل میں واپس آیا تھا اور وہ اپنے مخصوص تیز لہجے میں بے نیازی سے بولتی چلی گئی تھی اور ارسلان احمد اس کے اس انداز پر بے ساختہ ہنستا چلا گیا اور اس کے کمرے سے چلے جانے کے بعد بھی کتنی دیر ہنستا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ جو دل میں قیام کرتے ہیں
وہی نیندیں حرام کرتے ہیں

ارسلان احمد کی نیندیں کیا جاگنا بھی بے کل و بے تاب ہو گیا تھا، ربیعہ اسے اچھی تو لگی تھی مگر وہ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس کا سکھ چین نیند آرام بھی چرا لے گی دل سمیت۔

وہ تو یونہی اسے اس روز چھیڑ رہا تھا مگر دل تو سچ مچ اسے اپنانے اور چاہنے میں پیش پیش تھا، اس کی صبح نو بجے سے شام چار بجے تک ہسپتال میں ڈیوٹی تھی، وہاں سے فارغ ہو کر وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں پانچ سے نو بجے تک ڈیوٹی پر مامور تھا اور یہ پرائیویٹ ہسپتال کی نوکری اس نے اپنے ذاتی اخراجات پورے کرنے کے لئے کی تھی، ذکیہ بیگم کو اس نے ایڈوانس ایک ماہ کا کرایہ یعنی دس ہزار روپے پہلے دن ہی دے دیا تھا، وہ صبح ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلتا تھا تو رات کو ساڑھے نو دس بجے تک گھر لوٹتا تھا اور کبھی دل چاہتا تو روزہ افطار کرنے کے لئے شام میں گھر آ جاتا ورنہ ہسپتال میں ہی کینٹین سے کچھ لے کر کھا لیتا تھا، رات کو ذکیہ بیگم اسے کھانا گرم کر کے دیتیں اور جب وہ اوپر اپنے کمرے میں جانے لگتا تو اسے دودھ کا گلاس بھی تھما دیتیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ارسلان صبح سے رات محنت کرتا ہے آرام کا وقت بھی نہیں ملتا بے چارے ڈاکٹر کو تو اسے طاقت کی ضرورت ہے اور دودھ مکمل غذا ہونے کے سبب اس کے لئے بہترین تھا، ارسلان ان کے اس طرح احساس کرنے پر خوش ہو کر ان کا شکریہ ادا کیے بنا نہ رہتا۔

دس دن گزر گئے تھے ارسلان کو ان کے گھر کرایے دار کی حیثیت سے آئے ہوئے اور ربیعہ اس دن کے بعد سے اس کے سامنے نہیں آئی تھی سحری اور افطاری کے وقت وہ یا تو باورچی خانے میں ہوتی تھی سحری تیار کرنے میں مصروف یا پھر سحری کر کے اپنے کمرے میں جا چکی ہوتی تھی اور وہ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ترس جاتا۔ آج اتفاق سے وہ جلدی گھر آ گیا تھا پرائیویٹ ہسپتال سے چھٹی کر لی تھی اور بازار سے سموسے، پکوڑے اور فروٹ چاٹ بھی لے آیا تھا، دروازہ ذکیہ بیگم نے کھولا تھا اسے دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیں۔

"بیٹا! آج جلدی آ گئے۔"

"بس خالہ جی، آج دوسری نوکری سے چھٹی کر لی ہے روزے میں بہت تھکن ہو جاتی ہے سوچا آج آپ لوگوں کے ساتھ افطاری کر لوں، یہ کچھ چیزیں افطاری کے لئے لایا ہوں۔" ارسلان نے اندر آتے ہوئے کہا اور شاپر ان کی جانب بڑھا دیے، اس کی نظر صحن میں رکھے گملوں کو پانی دیتی ربیعہ پر پڑ چکی تھی اور آنکھوں کا گلشن دیدار کے پھولوں سے بھر گیا تھا۔

"بیٹا! ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی، ربیعہ گھر میں بنا لیتی۔" ذکیہ بیگم نے شاپر پکڑ کر سموسے پکوڑوں کی خوشبو سونگھتے ہوئے کہا۔

"ربیعہ تو روز بناتی ہیں میں نے سوچا آج ان کو آرام دی جائے یہ بھی تو روزانہ اتنی گرمی میں روزے میں کچن میں کام کرتی ہیں۔" ارسلان نے برآمدے میں رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ربیعہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو ربیعہ بلش ہو گئی اور ذکیہ بیگم اس کے احساس پر خوش ہو کر بولیں۔

"جیتے رہو بیٹا، تم بہت خیال رکھنے والے بچے ہو، نیک ماں باپ کی اولاد لگتے ہو، پر بیٹا تم رات کو دیر سے لوٹتے ہو تب تک سب ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں خالہ جی، ہم ڈاکٹر کو ٹھنڈا کھانا کھانے کی عادت سی ہو جاتی ہے ڈیوٹیز کے دوران کھانے پینے کا ہوش ہی کہاں رہتا ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک کہا تم نے، تم بیٹھو میں ذرا باورچی خانے سے ہو آؤں۔" ذکیہ بیگم نرمی سے بولیں۔

"جی ضرور۔" وہ احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا وہ باورچی خانے میں گئیں تو وہ تیزی سے ربیعہ کے پاس چلا آیا۔

"ان پھولوں پودوں کو تو تم نے سیراب کر دیا ہے ہمارے دل کے پودے کو بھی اپنی توجہ اور چاہت کا پانی دے دو تا کہ یہ بھی کھل کر پھول بن جائے۔" ارسلان نے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے مدھم آواز اور معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو میں کرتے ہوئے بولی۔

"لگتا ہے آج آپ کو روزہ کچھ زیادہ ہی لگ رہا ہے جا کر ٹھنڈے پانی سے غسل فرمائیں آپ ہی ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔"

"ہوش اڑائے آپ نے ہیں تو ٹھکانے بھی آپ ہی لگائیں گی۔"

"کہا بھی تھا کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھائیں آپ۔" وہ پانی کا نل بند کرتے ہوئے اسے مسلسل نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں تو آیا تو ہوں ڈاکٹر کے پاس آپ دیکھ ہی نہیں رہیں۔"

"پلیز ان باتوں سے پرہیز کیجیے، میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں سمجھے آپ۔" ربیعہ تیز لہجے میں بولی۔

"آپ ایسی ویسی لڑکی نہیں ہیں، اسی لئے تو آپ سے ایسی باتیں کر رہا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا ربیعہ نے تیز نظروں سے اسے دیکھا اور جانے کے لئے قدم بڑھایا ہی تھا کہ وہ یکدم سے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تم مجھ سے چھپتی کیوں پھر رہی ہو؟"

"میں کیوں تم سے چھپتی پھروں گی تم صرف ہمارے کرایے دار ہو اور بس اور یہ مت سمجھنا کے اکیلی لڑکی سمجھ کر تم پیار کے دو بول بولو گے اور میں تمہارے دام میں پھنس جاؤں گی، کرایے دار ہو، کرایے دار بن کر ہی رہو۔" ربیعہ نے غصیلے اور تیز لہجے میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اوں ہوں میں تو تمہارا پیار اور شوہر نامدار بن کر رہوں گا۔"

"بکو مت۔" وہ بولی لہجہ غصے میں ڈوبا تھا۔

"دیکھنا سے۔" وہ یقین سے کہتا اس کے چہرے کے رنگوں کو اپنی آنکھوں میں جذب کرتا

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا، ارسلان کی آنکھوں سے چھلکتی چاہت کی سچائی اور اس کی باتوں سے ظاہر ہوتا جذبہ و احساس اسے یقین و بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا کر رہا تھا۔

☆☆☆

ادھر محلے والوں نے ارسلان احمد اور ذکیہ بیگم کے گھر کے بارے میں چہ میگوئیاں شروع کر دی تھیں، ایک نامحرم مرد ذکیہ بیگم کے گھر کس حیثیت سے رہ رہا تھا جبکہ ان کے گھر میں جوان بیٹی بھی موجود تھی۔

مغرب کی نماز ادا کر کے وہ دونوں ماں بیٹی فارغ ہوئیں تو گھر کے دروازے پر دستک ہونے لگی ساتھ ہی کسی نے گھنٹی بھی بجا دی تھی۔

''اس وقت کون آ گیا؟'' ذکیہ بیگم نے حیرانگی سے کہا۔

''مسجد سے بچے آئے ہوں گے افطاری میں حصہ ڈالنے کا پیغام لے کر۔'' ربیعہ نے ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا میں دیکھتی ہوں۔'' ذکیہ بیگم اپنے گھٹنے سہلاتے ہوئے اٹھ کر دروازہ کھولنے لگیں۔

''السلام علیکم بہن جی۔'' ذکیہ بیگم نے دروازہ کھولا سامنے محلے کے چند معزز مرد حضرات کھڑے تھے انہیں دیکھ کر ایک صاحب نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بھائی! خیریت ہے آپ سب میرے دروازے پہ اس وقت؟'' ذکیہ بیگم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے ان سب کو تحیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''بہن جی اگر اجازت ہو تو ہم اندر آ کر بات کر لیں یوں گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر گھر کی باتیں کرنا مناسب نہیں لگتا۔'' رفیق صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو وہ متفکرانہ انداز میں انہیں دیکھتی دروازے سے ایک طرف ہو گئیں۔

''جی تشریف لائیے۔''

''شکریہ۔'' وہ سات مرد تھے اور دو خواتین تھیں جو ذکیہ بیگم کے گھر کے صحن میں کھڑے تھے، ربیعہ بھی وہیں چلی آئی، ارسلان احمد نے یونہی جھانکا تھا، سیڑھیوں سے کہ اس وقت کون دروازہ بجاتا آیا ہے وہ بھی اتنے لوگوں کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔

''جی کہیے کیسے آنا ہوا؟'' ذکیہ بیگم نے ان سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو ایک صاحب بولے۔

''دیکھیے ذکیہ بہن، ہم آپ کی بہت عزت کرتے ہیں آپ بیوہ ہیں، جوان لڑکی کا ساتھ ہے آپ کو خود سوچنا چاہیے کیا آپ کو یہ سب زیب دیتا ہے؟''

''آپ کیا بات کر رہے ہیں بھائی صاحب میں سمجھی نہیں۔'' ذکیہ بیگم اور ربیعہ دونوں ان کی باتوں پر حیرت زدہ تھیں۔

''صاف بات یہ ہے ذکیہ بی بی، کے آپ نے اپنے گھر میں جوان لڑکے کو کرایے دار رکھ کر اچھا نہیں کیا۔'' محلے دار خاتون نصرت بی بی بولیں تو ذکیہ بیگم نے پوچھا۔

''کس کے لئے اچھا نہیں کیا؟''

''ہم سب کے لئے؟'' سب یک زبان ہو کر بولے۔

''جی ہاں بی بی، اس طرح تو پورے محلے کی لڑکیاں بے لگام ہو جائیں گی، ڈش کیبل اور موبائل فون نے پہلے ہی کیا کم خرافات پھیلا رکھی ہیں، بے ہودگی میں کوئی کسر چھوڑی ہے کیبل اور سیل فون کے استعمال نے جواب آپ محلے میں اپنے گھر میں جوان نامحرم مرد کو رکھ کر گناہ کا راستہ دکھا رہی ہیں لڑکے لڑکیوں کو۔'' رفیق صاحب نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''یہ کیسی بے ہودہ باتیں کر رہے ہیں آپ لوگ؟'' ذکیہ بیگم مارے شرم کے پھٹ پڑیں، ربیعہ کا تو خون کھول اٹھا تھا ان کی بکواس سن کر۔

''ڈاکٹر ارسلان کو میں نے اپنے گھر کا اوپر والا کمرہ کرایے پر دیا ہے یہ میرا گھر ہے مجھے ضرورت ہے پیسوں کی جبھی میں نے کمرہ کرایے پر اٹھایا ہے اور ڈاکٹر ارسلان ایک شریف لڑکا ہے۔''

''شرافت کا نقاب الٹنے میں ایک لمحہ لگتا ہے بی بی۔'' کوئی صاحب بولے تو منظور الٰہی کہنے لگے۔

''بس بہت ہو گیا، بند کیجیے اپنی بکواس۔'' ذکیہ بیگم غصیلے اور تیز لہجے میں بولیں ربیعہ ان کا بازو تھامے ساتھ کھڑی تھی، باپ کے جانے کے بعد انہیں یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا، یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

''آپ کو اس لڑکے کا میرے ہاں رہنا اس لئے برا لگ رہا ہے نا کیونکہ میں نے آپ جیسے شریف مردوں کو اپنے گھر کی دہلیز پار نہیں کرنے دی، یہ آپ لوگ اپنی نیت ظاہر کر رہے ہیں جو آپ کی آنکھوں سے تو ہمیشہ جھلکتی تھی آج آپ لوگوں کی زبانوں سے بھی عیاں ہو گئی دل کا میل زبان سے زہر بن کر ابل رہا ہے، افسوس صد افسوس، میں آج تک یہی سمجھتی رہی کہ آپ لوگ میری دل سے عزت کرتے ہیں، میری بیٹی کی عزت کرتے ہیں کیونکہ آپ سب بھی بیٹیوں والے ہیں، مگر آج پتا چلا کہ آپ لوگ ہماری عزت نہیں کرتے بلکہ ہماری عزت پر نظر رکھے ہوئے ہیں میں تو اس محلے کو شریفوں کا محلہ سمجھتی رہی آج تک۔''

''بی بی یہ محلہ شریفوں کا ہی ہے، بے حیائی کا دروازہ تم نے کھولا ہے اس لڑکے کو اپنے گھر میں رکھ کے۔'' منظور الٰہی پچاس سالہ آدمی تھا عامیانہ لہجے میں بولا۔

''بکواس بند کریں آپ لوگ اور چلے جائیں یہاں سے۔'' ذکیہ بیگم غصے سے بولیں۔

''ہم تو نہیں جائیں گے پہلے اس لڑکے کو یہاں سے چلتا کرو۔'' دوسری عورت فرزانہ بولی۔

''کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کو ارسلان احمد سے؟ وہ بے چارہ تو صبح کا گھر سے نکلتا ہے تو رات کو گھر آتا ہے صرف سونے کے لئے۔'' ذکیہ بیگم اسی لہجے میں بولتی وضاحت کر رہی تھیں۔

''رات کو تو گھر پر ہی ہوتا ہے نا وہ لونڈا، اب رات میں کیا گل کھلائے جاتے ہوں ہم کیا جانیں؟''

''دفعہ ہو جائیں آپ سب یہاں سے۔'' ربیعہ کا ضبط اور صبر جواب دے گیا تھا غصے سے چیخ اٹھی۔

''بات سنو لڑکی! ہم کہیں جانے والے نہیں جب تک وہ لڑکا اس گھر سے نہیں چلا جاتا، کل ہم پھر آئیں گے۔'' منظور الٰہی نے بدتمیزی سے کہا۔

''ہاں بالکل اس لڑکے کو اس گھر سے چلتا کرو، یا پھر تم ماں بیٹی اس گھر اور محلے سے رخصت ہو جاؤ۔'' نصرت بی بی نے بہت خرانٹ لہجے میں دھمکایا۔

''ورنہ ہم کوئی ترکیب کریں گے تمہیں سدھارنے کے لئے۔''

''بگڑے ہوؤں نے کبھی کچھ سنوارا ہے جو تم لوگ سنوارو گے؟ پہلے اپنی سوچ اور نیتیں تو سنوار سدھار لو پھر کسی کو سدھارنے کی بات

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

کرنا۔'' ربیعہ غصے سے تلخ لہجے میں بولی۔

''اور کان کھول کر سن لو تم سب یہ گھر ہمارا ہے قانونی مالک ہیں ہم اس گھر کے، ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے اور دیکھتی ہوں میں کہ کون ہمیں اس گھر سے باہر نکالتا ہے؟''

''لڑکی! بہت زبان چل رہی ہے تمہاری۔'' نصرت بی بی نے کرخت لہجے میں کہتے ہوئے ربیعہ کو خشمگیں نظروں سے گھورا، مگر ربیعہ نے پر اعتماد لہجے میں سب کو لتاڑ دیا۔

''شکر کریں کے میری صرف زبان ہی چل رہی ہے ورنہ بوقت ضرورت میں ہاتھ پیر بھی چلا لیتی ہوں آئی بات سمجھ میں؟ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں سے نو دو گیارہ ہو جائیں ورنہ میں بھول جاؤں گی کے آپ لوگ مجھ سے صرف عمر میں کتنے بڑے ہیں۔''

''سن رہے ہیں آپ سب اس لڑکی کی باتیں کیسے مجھے خالہ خالہ کہتی تھی۔'' فرزانہ بولی۔

''غلطی چھوٹوں سے ہی ہوتی ہے خاتون میں معافی چاہتی ہوں کے آپ کو خالہ کہتی رہی، آج حالانکہ آپ اس قابل نہیں تھیں۔'' ربیعہ بولنا شروع ہو گئی تھی اور اب اسے چپ کرانا آسان نہیں تھا۔

''یہ تو ہماری بے عزتی کر رہی ہے۔'' فرزانہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی۔

''پہل آپ لوگوں کی طرف سے ہوئی تھی، لہٰذا ردعمل کے لئے بھی آپ سب کو تیار رہنا چاہیے نا۔'' ربیعہ نے کہا تو ذکیہ بیگم دکھ سے ٹوٹتے لہجے میں بولیں۔

''رمضان کے مہینے میں تو شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں پھر یہ۔''

''اماں! آپ پریشان مت ہوں انہیں کرنے دیں شیطانی کام کل سے انہیں ان کے کیے کا جواب ملنا شروع ہو جائے گا۔'' ربیعہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا وہ بڑی موڈی لڑکی تھی کبھی ذکیہ بیگم کو ''تم'' کہتی تھی تو کبھی ''آپ'' کہہ کر مخاطب کرتی تھی، اس کا ہر کام ہر انداز ہی نرالا تھا۔

''لڑکی! ہماری باتوں کو مذاق مت سمجھو، اگر ہماری بات نہ مانی تو دونوں نے تو ہم پنچائیت بلائیں گے پھر پنچائیت ہی فیصلہ کرے گی کے تم تینوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے؟''

''ایسی کی تیسی تمہاری پنچائیت کی۔'' ربیعہ غصیلے اور جوشیلے تیز لہجے میں بولی، ذکیہ بیگم نے اسے خاموش کرانا چاہا مگر ناکام رہیں اور ڈر بھی گئیں کے کہیں بڑی مصیبت نہ آ جائے۔

''ہمارے گھر کے معاملات میں دخل دینے والے آپ یا پنچائیت والے ہوتے کون ہیں؟ جب ہمارے گھر میں فاقوں کی نوبت آنے کو تھی تب آپ شریف محلے دار اور نیک دل پڑوسی کہاں غائب تھے؟ آج ہم اگر اپنے جینے کا بہتر سامان کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تو آپ لوگ اہل محلہ اور پڑوسی ہونے کا حق ادا کرنے چلے آئے ہیں، چلیں اس بہانے آپ سب کے اصل چہرے تو بے نقاب ہوئے، آپ لوگوں کی بری نیتیں اور گھٹیا سوچیں تو عیاں ہوئیں، دل و نظر کے آئینوں میں تو آپ سب ننگے اور بے ڈھنگے ہیں، بظاہر بہت اچھے مسلمان بنتے ہیں نا آپ، یہاں آنے سے پہلے، بے دھیانی میں تین فرض بھی ادا کیے ہوں گے اور ان شیطانی اور بے ہودہ خیالات اور سوچ کے ساتھ روزہ بھی رکھا ہو گا اور شاید یہاں سے جا کر تراویح پڑھنے کا تکلف بھی کر ڈالیں آپ لوگ، ہے نا، بس مجھے اتنا بتا دیں کہ یہ جو کچھ آپ سب نے میرے گھر میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا ہے اس کے ساتھ، اللہ کے دربار میں کس منہ سے کھڑے ہوں گے آپ؟ رمضان کی حرمت، تقدس، نماز اور عبادات کا پاکیزہ پن کہاں سے لائیں گے آپ اپنے روزوں اور نمازوں میں، اس گھٹیا اور پست سوچ کے ساتھ؟ ہمیں ہماری خامیاں اور عیب بتانے سے، آپ بے گناہ نہیں کہلائے جا سکتے۔''

''بات سنو لڑکی!'' رفیق صاحب نے کچھ بولنا چاہا مگر ربیعہ نے ان کی بولتی بند کرا دی اور اسی پر اعتماد غصیلے، جوشیلے اور تیز لہجے میں بولی۔

''بہت سن لیں آپ کی باتیں، اب آپ میری بات سنیں انکل جی، مجھے آپ سب کے گھروں کی، آپ سب کی اور آپ کی اولادوں کی ساری خبریں ہیں، اگر آپ لوگ میرے گھر آ کر مجھے اور میری ماں کو بے قصور اتنی گھٹیا باتیں سنا سکتے ہیں ناں، تو میں آپ کے کارنامے ثبوتوں سمیت پورے محلے میں نشر کر سکتی ہوں، میں اچھی طرح جانتی ہوں کون کتنا نیک ہے اور کون کتنا شریف ہے، کس کی بیوی وفادار ہے، اور کس کی بیٹی کتنی حیادار ہے یہ سب میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں، اس محلے میں شرافت کی جو گنگا بہہ رہی ہے نا اسے خاموشی سے بہنے دیں، کنکر پھینکیں گے تو میں بھی بتانے پر مجبور ہو جاؤں گی کے اس بہتی گنگا میں کس نے ہاتھ دھوئے ہیں؟ ہم پر انگلی اٹھانے سے پہلے اپنے ہاتھ کو غور سے دیکھ لیں کے کس کی طرف کس نیت سے بڑھتے رہے ہیں اور ایک بات اور اگر مجھے میری ماں کو اس گھر کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچا، کسی بھی نوعیت کا نقصان اگر ہمیں پہنچایا گیا تو اس سب کے ذمے دار آپ سب نو کے نو افراد ہوں گے یہ بات میں پولیس کو آج کی تاریخ گزرنے سے پہلے ہی بتا دوں گی اور آپ لوگوں کے نام بمعہ موبائل فوٹیج کے پولیس کو دے دوں گی، سمجھے آپ لوگ۔'' ربیعہ نے بہت جرأت مندانہ انداز میں کہتے ہوئے موبائل دکھاتے ہوئے کہا۔

''تت...... تم نے ہماری فلم بنا لی۔'' فرزانہ نے بوکھلا کر کہا تو ربیعہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''جی ہاں، آپ سب اتنا اچھا بول رہے تھے تو اس ڈرامے کی بلکہ بدمعاشی، غنڈہ گردی اور بدتمیزی کی فلم تو بننی چاہیے تھی نا۔'' ربیعہ کی باتوں نے سب کے ہوش اڑا دیے، سب سٹپٹا گئے، انہیں دھمکانے، رعب دکھانے آئے تھے ان کی عزت پر انگلی اٹھا رہے تھے اب اپنی آن پر بن آئی تھی۔

''دیکھو ربیعہ بیٹی!'' منظور الٰہی کا لہجہ اور انداز ایکدم بدلا تھا اپنے خلاف ربیعہ کے عزائم جان کر مگر ربیعہ نے انہیں خاموش کرا دیا۔

''نہ مجھے بیٹی مت کہیے صاحب، جو کچھ آپ کہہ چکے ہیں یہاں آ کر اس کے بعد میرا نام لینے یا مجھے خوشامد میں بیٹی کہنے کی ضرورت نہیں کسی کو، آپ ہماری جتنی عزت کرتے ہیں وہ آج ہم نے دیکھ لیا ہے، ہم جو عزت آپ سب کی آج تک کرتی تھیں وہ اب آپ لوگ دوبارہ کبھی نہیں دیکھیں گے اور وہ کہتے ہیں نا کہ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہوتی ہے تو آئندہ اس گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے یا اس گھر کی جانب دیکھنے سے پہلے یہ بات ضرور سوچ لیجئے اور اپنی اپنی اولادوں کو بھی اچھی طرح سے سمجھا دیجئے گا، اب آپ سب یہاں سے تشریف لے جائیں اور اگر ضمیر ملامت کرے، نیتوں کا فتور شرم دلائے خود سے نظریں ملانے کی تاب نہ ہو تو، آج سچے دل سے نماز تراویح ادا کیجئے گا یہاں سے جا کر، کیونکہ رمضان کا بابرکت مہینہ ہے اس میں مانگی گئی دعا اور صدق دل سے کی گئی توبہ اور معافی کبھی رد نہیں ہوتی، جائیے دروازہ کھلا ہے۔''

http://famousurdunovels.blogspot.com/
Famous Urdu Novels

ربیعہ نے تو کسی کو کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا سب ایک ایک کر کے دروازے سے باہر نکل گئے اور ربیعہ نے دروازہ بند کر کے لاک لگا دیا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں خالہ جان، کہ میری وجہ سے آپ کو اتنا سب سننا اور سہنا پڑا۔" ذکیہ بیگم اور ربیعہ نماز عشاء سے فارغ ہوئی تھیں کہ ارسلان ان کے پاس آیا اور شرمندگی سے کہا اس سے پہلے کہ ذکیہ بیگم کوئی جواب دیتیں ربیعہ فٹ سے بولی۔

"آپ کو شرمندہ ہونا بھی چاہیے۔"

"میں خالہ جان سے بات کر رہا ہوں۔"

"ایک تو یہ ہر کسی کو جان کہنا شروع ہو جاتا ہے کھڑے کھڑے رشتے گھڑ لیتا ہے۔" ربیعہ تلخی اور طنز سے بولی تو وہ وضاحتی لہجے میں بولا۔

"ہر کسی کو نہیں کہتا صرف اس کو جو دل کو خاص لگتا ہے۔"

"باتیں جتنی مرضی بنوالو۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تمہارا غصہ بجا ہے، لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہاں محلے والے ایسی گھٹیا سوچ رکھتے ہیں۔"

"کیوں اندازہ نہیں تھا تمہیں، تم بھی تو ایک مرد ہی ہو نا۔" ربیعہ غصیلے لہجے میں بولی تو ذکیہ بیگم پریشانی اور دکھ سے نڈھال بیٹھی تھیں اسے ٹوک گئیں۔

"ربیعہ! بس اب چپ کر جا۔"

"اماں! اس شخص کی وجہ سے ہمیں اتنی بے عزتی سہنا اور گھٹیا باتیں سننا پڑی ہیں آج۔"

"تو اس میں اس بے چارے کا تو کوئی قصور نہیں ہے، قصور تو میرا ہے کہ میں نے اکیلے مرد کو کمرہ کرائے پہ دے دیا۔" ذکیہ بیگم نے سنجیدہ لہجے میں کہا انہیں اس وقت اپنی اس غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا، کہ جوان بیٹی کے گھر میں ہوتے ہوئے جوان مرد کو کرائے دار کی حیثیت سے نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

"ہاں تو میں نے تو پہلے ہی کہا تھا تم سے کہ بیوی بچے والے کو کرائے دار رکھو یا کم از کم بیوی والا تو ہو پر تم نے میری بات پہ دھیان ہی نہیں دیا، اب دیکھ لیا نتیجہ؟" ربیعہ تیزی سے بولتی چلی گئی چہرہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔

"اچھا میری ماں چپ کر جا ہو گئی غلطی مجھ سے اب کیا پیر پکڑوں تیرے۔" ذکیہ بیگم جو پہلے ہی پریشان تھیں ربیعہ کی نان اسٹاپ چلتی زبان سے تنگ آ کر غصے سے بولیں۔

"نہ اماں تم میرے پاؤں مت پکڑو میں ہی تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں میرا کہا سنا معاف کر دو اور اس ڈاکٹر کو یہاں سے چلتا کرو اور اس کا ایڈوانس بھی اسے واپس کر دو۔" ربیعہ نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر ان سے کہا اور دور رکھی کرسی پہ جا بیٹھی، اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، لہجے میں حالات کی تلخی گھلی تھی، وہ نازک سی سندر سی لڑکی کیسی آزمائشوں میں گھر کر ایسی ہو گئی تھی ارسلان احمد کو اس بات کا بخوبی احساس ہو رہا تھا۔

"اس طرح تو محلے والے سمجھیں گے کہ آپ دونوں ان سے ڈر گئیں ہیں اور وہ لوگ آپ کو آئندہ بھی ڈرانے دھمکانے چلے آیا کریں گے۔" ارسلان نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو ذکیہ بیگم بولیں۔

"ارسلان ٹھیک کہہ رہا ہے۔"

"یہ ارسلان اس وقت کیوں نہیں بولا جب محلے کے وہ سب شریف زادے ہمارے گھر میں کھڑے ہمیں الزام دے رہے تھے ہماری عزت

پر انگلی اٹھا رہے تھے، تب تو یہ شخص بزدل اور ڈرپوک بنا چھپ کر تماشا دیکھتا رہا اور اب آ گیا ہے شرمندگی کا اظہار کرنے ہونہہ، یہ مرد ہے، محلے والے ناحق الزام دھر گئے کہ مرد کو گھر میں رکھا ہوا ہے مرد ایسے ہوتے ہیں کیا؟ جو دو مظلوم مجبور اور اکیلی عورتوں کو بے عزت ہوتے دیکھتے رہیں؟ ویسے خالہ جان خالہ جان کہتے زبان نہیں تھکتی اور جب وقت پڑا تو خالہ کا بھانجا بکری ہو گیا، رشتے تو نبھانے سے بنتے ہیں یونہی زبانی کلامی باتیں بنانے سے نہ رشتے بنتے ہیں نہ ہی نبھتے ہیں۔"

"بس یا اور کچھ؟" ارسلان نے اس کے اندر کا غبار نکل جانے دیا اور جب وہ خاموش ہوئی تو بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس تم یہاں سے جاؤ ڈاکٹر۔"

"کیا یہ اس مسئلے کا حل ہے؟" ارسلان نے سوال کیا۔

"نہیں۔" ذکیہ بیگم نے متفکرانہ لہجے میں کہا تو وہ دونوں ان کی جانب دیکھنے لگی۔

"محلے والوں کی اصلیت اور ذہنیت آج سامنے آ گئی ہے، اکیلی عورت ہو یا جوان لڑکی ہو مرد کے سہارے کے بنا ایسے ہی ہے جیسے بھیڑیوں کے نرغے میں ہرن، جیسے چیل کے پنجوں میں چڑیا، یہ لوگ ایسے ہی تھے ہمیشہ سے، بس ان کی اصلیت ذہنیت اور حقیقت کو سامنے آنے باہر نکلنے اور بے نقاب ہونے کا کوئی موقع کوئی بہانہ درکار تھا سو وہ اب انہیں مل گیا اور وہ اپنے دانت اور زبانیں تیز کر کے ہمارے دروازے پر چلے آئے۔"

"اب کیا ہو گا اماں، ہم تو اپنے ہی گھر میں غیر محفوظ اور بے اماں ہو گئے، کتنے کمینے لوگ ہیں محلے والے۔" ربیعہ نے فکر مندی سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"گالی نہیں دیتے۔" ذکیہ بیگم نے اسے ٹوکا۔

"اور کیا دعائیں دیتے ہیں؟"

"ہاں دعا دو ایسے لوگوں کو کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔"

"بس رہنے دو اماں، ہمارا محلے والوں پر سے اعتبار بھروسہ سب اٹھ گیا، دل میں کہیں یہ احساس اور اطمینان تو تھا کہ ابو کے بعد اس محلے میں کچھ ملے نہ ملے ہمیں عزت تو ملتی ہی رہے گی، اچھے برے وقت میں محلے دار کام تو آئیں گے ہم اکیلے تو نہیں ہوں گے، مگر سب کا بھرم جاتا رہا آج ہمارا بھی اور محلے داروں کا بھی جو اپنے گھروں میں موجود بہنوں، بیٹیوں کو دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ کیا گل کھلا رہی ہیں ہم پہ رعب جمانے، حکم چلانے آن پہنچے ہیں، اب اگر دوبارہ وہ لوگ یہاں آئے نا، تو میں بھی ان کی بہنوں بیٹیوں کے کرتوت اور یہ نصرت اور فرزانہ جیسی آنٹیوں کو ان کے مردوں، شوہروں کے پچھن دکھا دوں گی، لگ پتا جائے گا ان سب کو، جو بڑے پارسائی کے شرافت کے علمبردار بنے ہم پہ تہمت لگانے آئے تھے۔" ربیعہ نے سنجیدہ مگر تلخ اور تیز لہجے میں کہا ارسلان احمد خاموشی سے کرسی پر بیٹھا ان دونوں کو دیکھ اور سن رہا تھا، ربیعہ کی زبان اگر چلتی تو غلط نہیں چلتی تھی آج جس طرح اس نے محلے داروں کی بولتی بند کرائی تھی اور انہیں دھمکی بھی دی تھی جس سے وہ سب سٹپٹا گئے تھے ارسلان اس کی ذہانت اور سمجھداری کا قائل ہو گیا تھا، وہ اپنے حق کے لئے لڑنا اور ناانصافی اور جھوٹ کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت رکھتی تھی اس کی یہ اس خوبی نے بھی ارسلان احمد کے دل میں اس کی جگہ گہری کر لی تھی۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

''نہ ایسا نہیں کرتے۔'' ذکیہ بیگم نے ربیعہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کسی کا عیب پتا چل جائے تو اسے چھپاتے ہیں اس کا چرچا نہیں کرتے یہی تمہارا بڑا پن اور خوبی ہے، اعلیٰ ظرفی اور بلند اخلاق و کردار یہی تو ہے چندا، ہم ان جیسے نہیں ہیں ہمیں یہی تو ظاہر کرنا ہے۔''

''بس رہنے دو اماں آپ کی نصیحتوں اور کتابی باتوں سے محلے والوں کے منہ بند ہونے والے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دور خاموشی سے سر جھکا کے جینے اور رونے کا ہے اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا ہمارا حق بھی ہے، فرض بھی ہے، ورنہ یہ بلے بھیڑیے بن جائیں گے اور بزدل گیدڑ شیر ہو جائیں گے اور ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے۔'' ربیعہ نے حقیقت پسندانہ انداز میں حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے سنجیدہ سپاٹ اور تلخ لہجے میں جواب دیا تھا۔

''بات تو تیری ٹھیک ہے۔'' ذکیہ بیگم گہرا سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے آزردگی سے بولیں۔

''اب جبکہ محلے والوں کی اصلیت سامنے آ چکی ہے تو میں تجھے لے کر یہاں نہیں رہ سکوں گی، مجھے تو تیری جان آن کی فکر ہونے لگی ہے۔''

''قسم سے اماں، تم نے یہ بات کہہ کے اپنی بیٹی کی صلاحیتوں کو انڈر اسٹی میٹ کر دیا ہے، ارے میں کوئی میٹھی گولی نہیں ہوں کہ کوئی مجھے آسانی سے نگل لے گا۔'' ربیعہ نے تاسف سے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

''میٹھی گولی نہ سہی لڑکی تو ہے نا، اور لڑکی چاہے کتنی بھی بہادر کیوں نہ ہو میٹھی گولی جیسی ہی ہوا کرتی ہے جسے ہر ایرا غیرا کھانے چوسنے اور نگل جانے کو تیار بیٹھا ہوتا ہے۔''

''میں خالہ جان کی بات سے متفق ہوں۔'' ارسلان احمد نے بھی خاموشی کا قفل توڑتے ہوئے کہا۔

''آپ سے رائے مانگی کس نے ہے؟'' ربیعہ نے طنز کیا تو وہ مسکرا کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''لیکن میں اپنی رائے دینا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اس سارے معاملے کی بنیاد اور وجہ میں بنا ہوں اور میری وجہ سے جو ہوا برا ہوا باوجود اس کے کہ میرا قصور نہیں ہے پھر بھی مجھے آپ دونوں کی فکر ہے، خالہ جان، آپ کے لیے پریشان ہیں اور ان کی پریشانی بجا ہے کیونکہ ان کے سر پہ شوہر نام کی چادر ہے نہ ہی بیٹے کے بازوؤں کا سہارا اور مان بھروسہ ہے۔''

''کیا مطلب ہے ان باتوں کا؟'' ربیعہ نے چڑ کر پوچھا۔

''میں صرف یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ آج جو کچھ یہاں ہوا اس نے آپ کے اور اہل محلہ کے درمیان ایک خلیج حائل ہو گئی ہے پہلے والی بات کبھی نہیں بن سکے آپ دونوں کے بیچ، اہل محلہ کی سوچ دیکھ سن لی آپ نے، ربیعہ جی، ایکبار کسی کی آنکھ سے شرم و حیا کا پردہ اتر جائے نا پھر وہ کھلم کھلا بے حیائی اور بے غیرتی پہ اتر آتا ہے ایسے انسان کو کسی کی پروا نہیں ہوتی نہ کسی کی جان، آن، آبرو کا احساس باقی رہتا ہے، آپ کے اور اہل محلہ کے بیچ ایک لحاظ پاس اور ہمدردی کا جو پردہ تھا وہ اب سرک گیا ہے، ہٹ گیا ہے وہ مروت کا پردہ بیچ سے، لہٰذا وہ لوگ پھر سے آپ لوگوں کو پریشان کرنے آئیں گے میرے جانے کے بعد بھی وہ آپ کے بارے میں ایسی ہی باتیں کریں گے۔''

''ارسلان بیٹا ٹھیک کہہ رہا ہے ربیعہ، یہ لوگ جو ہمیں مروتاً یا ہمدردی میں عزت دیتے تھے

اب وہ بھی نہیں دیں گے اور اگر ان نام نہاد شریفوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا تو ہم تو اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ جائیں گے، چور بن جائیں گے اپنی ہی نظروں میں، ایک خوفزدہ اور غیر محفوظ زندگی ہم کب تک گزاریں گے؟ اپنے ہی محلے میں ایسے الزام لگ کر بدنام ہونے والی لڑکی سے شادی کون کرے گا؟ میں کیسے اور کہاں کس کے ساتھ بیاہوں گی تمہیں؟'' ذکیہ بیگم ماں تھیں لہٰذا ہر زاویے سے حالات کو دیکھ اور سوچ رہی تھیں، نہایت سنجیدہ اور فکر مند لہجے میں بولیں۔

''تو اماں اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ اب ہو گا کیا؟''

''تمہارا نکاح ہو گا۔'' ارسلان نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا۔

''کیا؟'' وہ حیرت سے چیخ اٹھی۔

ذکیہ بیگم نے بھی حیرانگی سے ارسلان کی طرف دیکھا تھا انہیں اس کا بتایا گیا یہ حل بہت معقول محسوس ہوا تھا۔

''ہاں یہی اس مسئلے کا مناسب حل ہے۔''

''تمہارا دماغ تو ٹھکانے پر ہے۔'' ربیعہ نے غصیلے لہجے میں کہتے ہوئے اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھا

''میرا دماغ تو ٹھکانے پر ہے اب تمہیں ٹھکانے پر لگانا ہے۔'' ارسلان اے اسے دیکھتے ہوئے معنی خیز بات کہی۔

''اے مسٹر! تمیز سے کچھ بھی کہے چلے جا رہے ہو تم۔'' ربیعہ نے انگلی اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں لتاڑا۔

''ارسلان صحیح کہہ رہا ہوں یہی اس مسئلے کا حل ہے۔'' ذکیہ بیگم نے کھوئے کھوئے اور تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اماں! آپ بھی۔''

''آج جو بھی ہوا اس کے بعد یہ لوگ تمہارے کردار پر انگلیاں ہی اٹھائیں گے کیونکہ ان کی ذہنیت ہی ایسی گری ہوئی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تمہارا نکاح کر دیا جائے۔''

''اچھا! اور کس سے ہو گا میرا یہ نکاح؟''

''مجھ سے۔'' ارسلان نے فوراً جواب دیا تو وہ یوں اچھلی جیسے کسی بچھو نے ڈنک مارا ہو جبکہ ذکیہ بیگم تو اس حل پر مارے خوشی کے آبدیدہ ہو گئیں۔ انہیں ڈاکٹر ارسلان احمد شروع سے ہی اپنا اپنا اور اچھا انسان لگا تھا۔ اب وہ ان کے اس مشکل وقت میں ان کا ساتھ نبھا رہا تھا تو خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو رہی تھیں۔ نجانے کیا سوچ کر وہ برآمدے میں چلی گئیں۔

''کیوں؟ تم کیوں یہ مہربانی کرنے چلے ہو؟'' ربیعہ نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''تمہیں ایک مرد کا تحفظ چاہیے اور مجھے میری محبت چاہیے اور شادی تو مجھے تم سے ہی کرنا تھی حالات نے ابھی ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور شادی تو تم نے بھی ایک دن کرنی ہی ہے نا تو مجھ سے کیوں نہیں؟ قسم سے دل و جان سے اس رشتے کو نبھاؤں گا یہ سب جو ہوا میری یہاں موجودگی سے ہوا نہ میں اپنی تمہارے گھر موجودگی کو ایک معتبر نام دینا چاہتا ہوں یقین کرو تم پہ کسی کی میلی نگاہ نہیں پڑنے دوں گا۔ یہ تمہاری عزت کا سوال ہے ربیعہ اور میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ تم پر کوئی انگلی اٹھائے۔ تمہیں بدنام کرنے کی کوشش کرے یا تمہارے کردار کو داغدار کرنے کی جرات کرے اس لیے تمہارا میرے ساتھ نکاح ہونا ضروری ہے۔'' ارسلان نے اس کے قریب آ کر مدھم آواز اور نرم لہجے میں سمجھایا تو وہ اس کی بات کو سمجھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بولی۔

''ذرا سی بیوقوفی اور غلطی کی اتنی بڑی

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

سزا.....اف۔"

"قدرت کے ہر کام میں کوئی مقصد چھپا ہوتا ہے سمجھنے کی کوشش کرو ہم نکاح نامہ دکھا کر محلے والوں کے منہ بند کر سکتے ہیں۔" ارسلان نے اسے رسان سے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے صرف مجبوری کی وجہ سے محبت کی وجہ سے نہیں۔" ربیعہ ہار مانتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔

"انشاء اللہ ایک دن آئے گا جب تم مجھے اپناؤ گی محبت کی وجہ سے مجبوری کی وجہ سے نہیں۔" وہ یقین سے بولا۔

"سوچ ہے تمہاری۔"

"قسم سے۔" ارسلان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پر یقین لہجے میں کہا۔

"قسمیں صرف کھانے کے لیے ہوتی ہیں نبھانے کے لیے نہیں ہوتیں۔" ربیعہ نے طنز سے کہا۔

"لیکن میں تمہیں ہمیشہ بہت خوش رکھوں گا قسم سے اور میں اپنی یہ قسم نبھاؤں گا، تمہارے سر کی قسم۔" ارسلان نے اسے دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

"میرے سر کی قسم نہ کھاؤ اس میں پہلے ہی درد رہتا ہے۔"

"اوہو ایک تو تم خود شاعری جیسی اس پہ شاعری بھی کرتی ہو۔" ارسلان نے مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔" وہ تیزی سے بولتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ وہ بھی ہنستا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔

"اماں کہاں ہیں آپ؟"

"کیا ہوا؟" ذکیہ بیگم کسی سے موبائل پر بات کر رہی تھیں اسے خدا حافظ کہہ کر ربیعہ سے مخاطب ہوئیں۔

"آپ اس وقت فون پر کس سے بات کر رہی تھیں؟" ربیعہ نے تحیر آمیز نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مولوی صاحب سے بات کر رہی تھی صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد تم دونوں کا نکاح ہوگا مسجد میں۔" ذکیہ بیگم نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"اور اس نکاح میں گواہ کون ہوں گے یہ محلے والے جنہوں نے مجھ پر الزام دھرا ہے۔"

"ہرگز نہیں ماشاء اللہ مولوی صاحب کے اپنے چار بیٹے ہیں او چاروں بالغ ہیں وہی گواہ ہوں گے اس نکاح کے۔ تم اب جا کے سو جاؤ سحری کا وقت ہو جائے کچھ دیر میں پھر مسجد بھی جانا ہے ساری تیاری کرنی ہے زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔" ذکیہ بیگم نے کمرے میں آتے ہوئے کہا وہ بھی ان کے پیچھے چلے آئے تھے دونوں۔ ربیعہ مچل کر بولی۔

"اماں ہتھیلی پہ سرسوں جمانے کی کیا ضروری ہے؟"

"ضرورت ہے بیٹا۔"

"تو ٹھیک ہے نکاح ہی ہونا ہے ناں سادگی سے پھر تیاری کی کیا ضرورت ہے روزے میں کوئی چھوارے تو کھائے گا نہیں شام میں حلوہ یا زردہ بنا کر مولوی صاحب کے گھر بھیج دیں گے۔" ربیعہ نے تیزی سے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ارسلان احمد بھی اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"ہنس کیوں رہی ہیں آپ؟"

"کیونکہ میری بیٹی بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی ہے۔"

"تو سمجداری کی ایک اور بات کہوں اماں؟" ربیعہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں بول۔" ذکیہ بیگم نے سوٹ کیس کھولتے ہوئے کہا تو وہ نہایت سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اماں! اس ڈاکٹر کے ماں باپ نکاح میں نہ تو شریک ہوں گے اور نہ ہی انہیں اپنے بیٹے کے نکاح کا علم ہے۔ ماں باپ کی مرضی کے بغیر نکاح کر رہے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب! آپ کو کیا لگتا ہے ان کے گھر والے اور خاص کر ان کے ماں باپ اپنی بہو کی حیثیت سے قبول کر لیں گے؟ نہیں اماں! الٹا وہ بھی محلے والوں کی طرح مجھ پر الزام لگائیں گے کہ میں نے ان کے قابل سپوت کو ادائیں دکھا کر پھنسا لیا۔"

"تو اس میں غلط کیا ہے پھنسایا نہیں ہے کیا تم نے مجھے؟" ارسلان نے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ ذکیہ بیگم سوٹ کیس میں نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھیں اس کی بات ان کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی تھی۔

"شٹ اپ! تم بھی محلے والوں کی زبان بول رہے ہو نا، چلے جاؤ یہاں سے نہیں کرنا مجھے تم سے نکاح پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا ڈرتی نہیں ہوں میں محلے والوں سے یہیں پیدا ہوئی ہوں اسی محلے کی گلیوں میں پلی بڑھی ہوں کس کو کیسے ہینڈل کرنا ہے اچھی طرح جانتی ہوں میں۔" ربیعہ غصیلے لہجے میں بولتی چلی گئی۔ ذکیہ بیگم حواس باختہ سی اسے دیکھنے لگیں۔ ارسلان ایک شوخ جملہ بول کر شرمسار ہو گیا تھا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا تم سے ایک دم لال مرچ ہو تم خالہ! سنبھالیں اپنی بیٹی کو میں تو چلا۔"

"کہاں جا رہے ہو بیٹا؟" ذکیہ بیگم پریشان اور ہراساں سی پوچھنے لگیں۔

"اوپر اپنے کمرے میں جا رہا ہوں خالہ جان پریشان مت ہوں اس لال مرچ سے شادی میں ہی کروں گا۔ آپ ایسے بیٹے آپ نے کوئی بات کرنی ہے۔" ارسلان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا تو ذکیہ بیگم فکرمندی سی اس کے ساتھ چلی گئیں۔

"پتا نہیں اب یہ ڈاکٹر اماں کو کیا پٹیاں پڑھائے گا؟ اللہ جی خیر کرنا پلیز۔" ربیعہ نے باآواز کہا اور اپنے کمرے میں سونے کے خیال سے آ گئی مگر آج کی رات نیند کہاں آئی تھی؟

پھر وہی ہوا طے کیا گیا تھا۔ فجر کی نماز کے فوراً بعد مسجد کے حجرے میں ربیعہ اور ارسلان کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح میں صرف ذکیہ بیگم اور مولوی صاحب کے چاروں بیٹے بطور گواہ شریک ہوئے تھے اور ذکیہ بیگم نے فی الحال اس نکاح کا محلے میں کسی سے تذکرہ نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ مولوی صاحب سے اور مولوی صاحب بھلے آدمی تھے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے تھے سو ان کی بات رکھ لی۔

☆☆☆

"ہیلو مسز ارسلان احمد! کھانے کو کچھ ملے گا؟" ربیعہ سحری بنا رہی تھی کہ ارسلان نے باورچی خانے میں آ کر پوچھا۔ کاسنی رنگ کے سادہ پرنٹ والے لان کے سوٹ میں بالوں کی چٹیاں بنائے وہ سادہ سے حلیے میں بھی بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ ارسلان احمد نے بہت چاہ سے اسے دیکھا تھا۔

"بن جائے گا تو مل جائے گا فی الحال آپ کچن سے باہر جا کر بیٹھیے۔" ربیعہ نے آلو کی ترکاری گرم کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہاں کیوں نہ بیٹھوں تمہارے پاس؟" ارسلان اسٹول کھسکا کر وہیں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ کرائے دار ہیں اپنی حدود میں رہیے۔" اس نے یاد دلایا تو وہ ہنس کر بولا۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

''ہم آپ کے شوہر نامدار بھی ہیں اب اور ہمارے حقوق اور حدود لامحدود ہیں ڈیئر۔''

''آپ نے اپنے پیرنٹس کو بتایا اپنے نکاح کے بارے میں؟'' وہ اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھنے لگی ارو ساتھ ساتھ پراٹھا بھی بنانے لگی۔

''بتا دوں گا جب عید کی چھٹیوں پر گھر جاؤں گا تو اور اگر انہوں نے مجھے قبول نہیں کیا تو؟'' ارسلان کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس نکاح کو لے کر تحفظات کا شکار ہے اس کے خدشات درست تھے۔

''تو میں انہیں منالوں گا۔''

''وہ نہیں مانے تو؟'' ایک اور خدشہ بولا۔

''دو بہنوں کا اکلوتا بھائی اور ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں مائی ڈیئر سب میری بات سنتے اور مانتے ہیں۔''

''یہ سب باتوں سے الگ معاملہ ہے آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں؟'' ربیعہ نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''تم کیوں فکر کر رہی ہو؟ میں نے کہا نا میں سب سنبھال لوں گا تمہیں پورے وقار اور احترام کے ساتھ پروٹوکول کے ساتھ تمہارے سسرال لے کر جاؤں گا۔''

''سچ۔'' ربیعہ نے آس اور مان بھری نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اس کی میں دیکھتے ہوئے دل سے بولا۔

''قسم سے۔''

''دیکھتے ہیں۔'' ربیعہ نے پراٹھا پلیٹ میں رکھتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔

''دیکھ لینا۔''

ربیعہ کی دی ہوئی دھمکی تھی جو اس نے سب کے پول کھولنے اور شرافت اور حیا کے پردے چاک کرنے کے حوالے سے اہل محلہ کو دے کر ان کے عزائم خاک میں ملا دیئے تھے ورنہ وہ ان ماں بیٹی کا جینا محال کرنے کا پورا ارادہ کر آئے تھے، سب کے دلوں میں چور تھا کہیں نہ کہیں سب بے ایمانی و بے حیائی کے مرتکب ہو چکے تھے لہٰذا ہر کسی کو اپنے کرتوتوں کا پردہ فاش ہونے کا ڈر تھا سو دوبارہ ذکیہ بیگم کے گھر کا رخ تو نہیں کیا تھا مگر دبے لفظوں میں آپس میں کھسر پھسر ضرور کرتے رہتے تھے اور اسکول جاتے آتے ہوئے ربیعہ کے کانوں تک کوئی تکلیف اور شرمناک جملہ ضرور پہنچ جاتا تھا جس سے ربیعہ کا پارہ ہائی ہو جاتا تھا، آج بھی ایسا ہی ہوا تھا اور وہ گھر آتے ہی غصے سے پھٹ پڑی تھی، اتفاق سے ارسلان بھی گھر موجود تھا اس کے سامنے ہی وہ بول اٹھی۔

''اماں! جب میرا نکاح ہو ہی گیا ہے ڈاکٹر کے ساتھ تو محلے والوں کو بتا کیوں نہیں دیتیں؟ یہ روز روز جوان کی زبانیں زہر اگلتی ہیں آنکھیں طنز و تمسخر سے مجھے دیکھتی ہیں اس سے تو نجات ملے گی مجھے۔''

''ارسلان کے ماں باپ آجائیں گے تو ہم سب کو بتا دیں گے چند دن کی بات ہے تھوڑا صبر کر لے میری بچی۔'' ذکیہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے سمجھایا۔

''تو اماں! آپ کو بھی یہ خوف لاحق ہے نا کہ ارسلان کے ماں باپ نے اس نکاح کو قبول نہ کیا تو آپ کی بیٹی کو طلاق ہو جائے گی اور پھر آپ اہل محلہ کو کیا بتائیں گی کہ آپ کی بیٹی کی اگر شادی ہوئی تھی ڈاکٹر ارسلان کے ساتھ تو وہ اسے چھوڑ کیوں گیا؟''

''ربیعہ!'' ذکیہ بیگم اس کے غصے اور اس قدر تلخ تجزیے پر ہولا سی گئیں تھیں۔

''کیا ربیعہ؟'' وہ اسی جلالی انداز میں بولی۔

''ایک ذرا سی غلطی سے جان چھڑانے کو دوسری بھیانک غلطی کی ہے اماں آپ نے، سیدھا سیدھا ڈاکٹر کو یہاں سے چلتا کرتی بات ختم ہو جاتی، اس سے نکاح پڑھوا کر ایک اور ٹینشن سر لے لی ہے ہم نے کہ ان کے گھر والے اس نکاح کو قبول کریں گے یا نہیں، میں پتا نہیں کیوں تمہاری باتوں میں آ گئی تھی اماں؟ مجھے یہ نکاح کرنا ہی نہیں چاہیے تھا کہہ دیں ڈاکٹر سے جس خاموشی سے یہ نکاح ہوا تھا اسی خاموشی سے مجھے طلاق دے کر چلا جائے یہاں سے مجھے اس کی بیوی بن کر نہیں رہنا۔''

''دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا۔'' ذکیہ بیگم کا ہاتھ اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا، ارسلان ہکا بکا رہ گیا اسے ذکیہ بیگم کے اس ردعمل کی توقع نہیں تھی، توقع تو ربیعہ کو بھی نہیں تھی مگر ضبط کر گئی ان کا تھپڑ، ارسلان کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔

''نامحرم تھا تو گھر میں رہ رہا تھا اب محرم بنا ہے تیرا شوہر بنا ہے تو اسے گھر سے جانے کے لئے کہہ رہی ہے محلے والوں کی تو ذہنیت ہی خراب ہے اب ان کے اور ہمارے بیچ شرم لحاظ کا جو پردہ تھا وہ باقی نہیں رہا تو وہ تو کچھ بھی بولیں گے تو بس نظرانداز کیا کر۔'' ذکیہ بیگم نے غصے سے کہا تو دکھ سے بولی۔

''ہاں اماں! ٹھیک ہے تم غلطی پہ غلطی کیے جاؤ اور میں نظرانداز کیے جاؤں، تمہارے ماں باپ نے تمہاری غلطی معاف نہیں کی آج اب تم چاہتی ہو کے مجھے بھی لوگ یہی طعنہ دیں کے جیسی ماں ویسی بیٹی، اماں تم تو بھگت رہی ہو آج تک پھر بھی تم نے جو اس آگ میں جھونک دیا، میرے کردار کے ساتھ جو الزام محلے والوں نے جوڑا ہے نا اماں، ارسلان کے گھر والے اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کریں گے اور اگر مجھے طلاق بھی دلوائی نہ انہوں نے تو ساری زندگی طعنے دے دے کر ماریں گے مجھے۔''

''شٹ اپ، کیا فضول باتیں کر رہی ہو تم میرے گھر والے ایسے ہرگز نہیں ہیں۔'' ارسلان نے اس کی بات کاٹ کر قدرے غصے سے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی جبکہ ذکیہ بیگم دل تھام کر بستر پہ بیٹھ گئیں تھیں۔

''ہاں جی ایسے ویسے تو بس ہم ہی ہیں ناں۔''

''ادھر آؤ میرے ساتھ، خالہ جان کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟'' ارسلان اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اس باہر برآمدے میں لے آیا۔

''میں تو جیسے بہت خوش ہوں نا یہ سب کہہ کر۔''

''تم باہر مت جایا کرو نہ باہر جاؤ گی نہ لوگ باتیں بنائیں گے، بات کچھ بھی نہیں تھی اور بتنگڑ بن گیا، تم نوکری چھوڑ دو ویسے بھی مجھے کمانے والی بیوی نہیں چاہیے، دل لبھانے والی پیار لٹانے والی بیوی چاہیے۔'' وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا اور غصے سے بولی۔

''یہ تو تمہیں مجھ سے نکاح کرنے سے پہلے سوچنا تھا مسٹر، نکاح کے تین بول پڑھوا کر اب تم سب یہ ڈیمانڈ کرو گے کہ میں نوکری چھوڑ دوں، بولنا چھوڑ دوں، اماں کو پریشان کرنا چھوڑ دوں، گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دوں، واہ بھئی بہت خوب کل کو کہو کے دنیا چھوڑ دوں۔''

''نہیں، ایسا تو میں کبھی نہیں کہوں گا۔'' ارسلان نے ایکدم سے اس کے گلاب ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر بے قراری سے کہا وہ شپٹا گئی پل بھر مگر سنبھل بھی گئی تھی فوراً۔

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

"کیونکہ تم تو میری دنیا ہو، زندگی ہو، پیار ہو۔"

"سب جھوٹ۔" وہ اس کا ہاتھ ہٹا کر بولی۔

"قسم سے سب سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا، اگر اتنے ہی سچے ہو نا تو جاؤ جا کر اپنے گھر والوں کو ہمارے نکاح کے بارے میں بتاؤ اور مجھے عزت سے رخصت کروا کر لے جاؤ، اگر ایک ہفتے کے اندر اندر تم ایسا نہیں کر سکتے تو یہ نکاح ختم کروا اپنا بوریا بستر سمیٹو اور یہاں سے چلتے بنو۔" ربیعہ نے مضبوط لہجے میں کہا ارسلان کا دل ڈوب گیا تھا اس کی باتوں کو سن کر کہ وہ اسے ذرا سا بھی پسند نہیں کرتی اس کے اس کی زندگی میں ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا جبھی وہ یہ نکاح ختم کرنے کی بات اتنی آسانی سے کہے جا رہی تھی، وہ بہت دکھی ہو رہا تھا کہ ربیعہ کو اس کی محبت پر بھی یقین نہیں ہے۔

"ٹھیک ہے میں آج رات کو چلا جاؤں گا اور بہت جلد آؤں گا تمہیں رخصت کرا کے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے۔" ارسلان نے لمحوں میں فیصلہ کن لہجے میں کہا تو وہ طنز سے بولی۔

"دیکھتے ہیں۔"

"دیکھ لینا۔" وہ مسکرایا۔

وہ گنگناتا، مسکراتا ہوا رات کو عشاء کے بعد لاہور جانے والی بس میں سوار ہو گیا تھا، اس کے جاتے ہی ربیعہ کو نہ صرف گھر میں بلکہ اپنے اندر بھی خالی پن کا احساس ہونے لگا تھا، اچانک، جبکہ ذکیہ بیگم کو ربیعہ کی باتیں درست محسوس ہوئی تھیں جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ سے نالاں اور برہم تھیں اور ربیعہ پر ہاتھ اٹھانے پر بھی وہ بہت رنجیدہ تھیں کہ اسے آج تک پیار سے بھی نہیں مارا تھا اور اب غصے میں اسے تھپڑ دے مارا تھا وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی، انہوں نے ارسلان کے والدین سے بات کیے بنا ان کا نکاح پڑھا دیا تھا اب انجام کی بہتری کے لئے وہ اللہ کے حضور سجدہ ریز تھیں رو رہی تھیں، دعائیں مانگ رہی تھیں۔

☆☆☆

دو ہفتے ہو گئے تھے ڈاکٹر ارسلان کو گئے ہوئے، ربیعہ افطاری کی تیاری کر رہی تھی جب پڑوسن کلثوم خالہ پلیٹ میں کھیر لے کر چلی آئیں۔

"کیا لے آئیں خالہ؟" ربیعہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کھیر بنائی تھی آج تمہارے خالو کی فرمائش پہ تو یاد آیا کہ اپنی ربیعہ کو بھی کھیر بہت پسند ہے تو ایک پلیٹ تمہارے لئے لے آئی۔" کلثوم خالہ نے اپنائیت سے کہا تو وہ پلیٹ ان کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں بولی۔

"شکریہ خالہ! آپ بہت اچھی ہیں۔"

"اے جیتی رہو اللہ نصیب اچھے کرے۔" کلثوم خالہ نے خوش ہو کر دل سے اسے دعا دی، ذکیہ بیگم عصر کی نماز پڑھ کر ادھر ہی آ گئیں، تو دعا کے بعد کلثوم خالہ کہنے لگیں۔

"ذکیہ بہن، یہ تم نے بہت اچھا کیا جو ڈاکٹر کو یہاں سے بھیج دیا، محلے والے تو طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے اپنے گریبان میں جھانکتے نہیں ہیں اور دوسروں کے دامن پر کیچڑ اچھالنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں کلثوم بہن، یہی اس معاشرے کا المیہ ہے۔" ذکیہ بیگم نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی تھا خالہ، محلے والوں کی اصلیت سامنے آ گئی۔" ربیعہ نے ان کی پلیٹ چنے والے پلاؤ ڈال کر پلیٹ ڈھک کر انہیں دیتے ہوئے

کہا۔

"اے بچی، اس حمام میں تو سبھی ننگے ہیں تنگ نظر تنگ دل، تنگ ذہن، خیر دفعہ کرو ایسے لوگوں کو مجھے تو ڈاکٹر بہت شریف لڑکا لگا تھا، تمہارے خالو کو ہسپتال میں ملا تھا کل یہ اپنے سر درد کی دوا لینے گئے تھے اور اپنے بھائی کی مزاج پرسی کو ہسپتال گئے تھے نا کل تو وہیں ڈاکٹر ارسلان سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

"ڈاکٹر ارسلان اسی شہر میں ہے خالہ؟" ربیعہ اور ذکیہ بیگم نے حیرت سے ایک دوجے کو دیکھا تھا، ربیعہ نے فوراً کلثوم خالہ سے پوچھا تو وہ بولیں۔

"ہاں بیٹی! ظاہر ہے نوکری ہے اس کو یوں نوکری چھوڑ کر تو نہیں جائے گا نہ یہاں سے محض اس وجہ سے کہ تم نے اسے کرایے دار کی حیثیت سے رکھنے سے انکار کر دیا، تمہارے خالو بتا رہے تھے وہ وہیں ڈاکٹروں کے ہوسٹل میں رہ رہا ہے، کہہ رہا تھا کہ چھٹی تو عید پہ ہی ملے گی وہ بھی صرف دو دن کی اب میں ذرا سی بات پر اپنی نوکری چھوڑ کے کیوں چلا جاؤں حیدرآباد سے؟ اور رہنے کے ٹھکانے تو مل ہی جاتے ہیں یہ انسانوں کا شہر ہے کوئی جنگل تھوڑی ہے جو میں کھلے آسمان تلے بیٹھ جاؤں گا، اچھا ربیعہ بیٹی میں اب چلتی ہوں افطاری بنا رہی تھی سوچا پہلے تمہیں کھیر دے آؤں باقی افطاری آ کر بنا لوں گی۔" کلثوم خالہ اپنی بات مکمل کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں، ربیعہ اور ذکیہ بیگم ان کی باتوں سے ملنے والے شاک کے زیر اثر تھیں، انہیں ٹھیک سے خدا حافظ بھی نہ کہہ پائیں۔

"اماں! سنا تم نے، ڈاکٹر ارسلان اسی شہر میں ہے وہ لاہور گیا ہی نہیں اپنے گھر والوں سے بات کرنے، اس نے جھوٹ بولا ہم سے دھوکہ دیا ہمیں، تو اماں یہ نکاح تو سچ ہے نا، اس سچ کو وہ اپنے گھر والوں سے کیوں چھپا رہا ہے، اب اگر وہ یہ رشتہ قائم رکھنے کی جرأت نہیں رکھتا اپنے اندر تو مجھے طلاق کیوں نہیں دے دیتا۔" ربیعہ نے ذکیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے مرے مرے لہجے میں استفسار کیا، ذکیہ بیگم اسے کیا جواب دیتیں وہ تو خود کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والی حالت میں بیٹھی تھیں، گنگ، چپ چاپ اور خاموشی سی، جیسے سب کچھ لٹا چکی ہوں، ہار گئی ہوں، ٹوٹ پھوٹ گئی ہوں۔

"ڈاکٹر ارسلان احمد! میں نے تو تم سے کوئی وعدہ نہیں لیا تھا، کوئی عہد و پیمان نہیں باندھے تھے، تم نے ہی اس رشتے کو نبھانے کی قسم کھائی تھی، جھوٹی قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی، میں نے تو کہا تھا کے ختم کر دو یہ رشتہ پھر اس جھوٹ اور فریب کی کیا ضرورت تھی، جا رہے تھے واپس نہ آنے کے لئے تو مجھے اس رشتے سے آزاد کر دیا ہوتا کیوں انتظار کی سولی پر لٹکایا ہے مجھے، میری ماں کو اس عمر میں اتنا بڑا دکھ کیوں دیا تم نے، چلے ہی جانا تھا تو اسی رات کیوں نہ چلے گئے جب محلے والوں نے ہمیں ہمارے ہی گھر میں بے عزت و بے اماں کرنے کی کوشش کی تھی، نکاح کا ڈرامہ، محبت کرنے کا فریب، ساتھ نبھانے کی قسم کیوں دی تم نے مجھے؟" ربیعہ سونے لیٹی تو اس کے دل و دماغ ارسلان احمد کو کٹہرے میں کھڑا کیے جرح کرنے لگے مگر کوئی معقول جواب نہیں ملا تھا اسے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ربیعہ نصیر اللہ، کہ ڈاکٹر ارسلان احمد نے تم سے تمہاری بدتمیزی اور زبان درازی کا بدلہ لینے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہو، تم نے اسے کھری کھری سنائی تھیں ناں، اس نے بدلہ لیا ہو گا یہ سب کر کے آخر کو وہ ایک مرد ہے اور مرد،

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

ایک لڑکی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے ذرا سی بات کو انا کا مسئلہ بنا کر انتقام لینے کے لئے فوراً تیار رہتا ہے۔" دماغ نے خدشہ ظاہر کیا تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"یا اللہ جی! میرے حق میں بہتر کرنا میری آن آبرو سلامت رکھنا میری ماں کو میرا سکھ دیکھنا نصیب کرنا۔" بہتی آنکھوں اور دکھتے دل کے ساتھ اس نے تڑپ کر دعا مانگی تھی۔

"اماں ٹھیک کہتی ہیں بہت زیادہ بولنا کبھی کبھی بہت زیادہ نقصان کا باعث بن جایا کرتا ہے زبان کی تیزی آن کی تنزلی کا سبب بن جایا کرتی ہے۔" وہ با آواز بولی اور آنسو صاف کرنے لگی کے اماں کی آواز آ رہی تھی وہ اسے سحری کے لئے بلا رہی تھیں کتنا وقت ہو گیا تھا اسے پتا ہی نہ چلا تھا، وہ خود کو نارمل ظاہر کرتی ہوئی سحری کرنے چلی گئی۔

"اماں! اس ڈاکٹر داماد کا اتا پتا ٹیلی فون نمبر کچھ بھی نہیں لیا تم نے اور اپنی اکلوتی بیٹی اس کے نام لکھوا دی۔" اگلے دن ربیعہ نے ذکیہ بیگم کو سلائی کرتے دیکھ کر کہا تو وہ ایک لمحے کے لئے رک گئیں اور دوبارہ سے کپڑے سلائی کرنے لگیں۔

"مسز کرمانی کے ہاں کپڑے دینے جائیں تو ان سے اپنے داماد کا اتا پتا معلوم کر لیجئے گا یا پھر ہسپتال جا کر معلوم کریں کے موصوف کہاں رہتے ہیں اصل میں پکڑیں اسے اور یہ نکاح کا قصہ تمام کرائیں۔" ربیعہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئی، ذکیہ بیگم کی آنکھیں بے اختیار چھلک پڑیں۔

☆☆☆

عید میں صرف دو دن باقی تھے اور نصیر اللہ مرحوم کے گھر میں سوگ طاری تھا، ذکیہ بیگم کو تو جیسے چپ سی لگ گئی تھی وہ مسز کرمانی سے اور ارسلان احمد کے ہسپتال دونوں جگہوں سے مایوس لوٹی تھیں، مسز کرمانی ڈاکٹر ارسلان سے کراچی میں ملی تھیں ایک بار اپنا چیک اپ کرایا تھا تو بس اسی واسطے سے جانتی تھیں، ہسپتال والوں نے کہہ دیا کہ وہ یہاں کام ہی نہیں کرتے ربیعہ بھی ان کے ساتھ گئی تھی یہ سن کر تو اس کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی، مگر ماں کا چہرہ دیکھ کر اسے کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

"کل تک تو وہ ہسپتال میں تھا آج کہہ رہے ہیں کہ یہاں کام ہی نہیں کرتا، واہ میں کہے دے رہی ہوں اماں، تمہارا داماد کوئی گیم کھیل رہا ہے ہمارے ساتھ عید تک اگر وہ نہیں آیا نہ تو دیکھنا میں اس کے کیسے بینڈ بجاتی ہوں آپ ہی دوڑا چلے آئے گا۔"

"ایسا کیا کرے گی تو؟" ذکیہ بیگم نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وقت آنے پہ خود ہی دیکھ لینا۔"

"ربیعہ!"

"کیا ربیعہ؟ اٹھو عید کی تیاری کرو اس بھگوڑے ڈاکٹر کی وجہ سے ہم اپنی عید کیوں خراب کریں، عید تو اللہ کا تحفہ اور انعام ہوتی ہے اسے ہنسی خوشی منانا چاہیے اور تم پریشان مت ہو اماں، میرا نام ربیعہ نصیر اللہ ہے میرا مددگار تو میرا اللہ ہے اللہ کے ہوتے ہوئے کوئی میرا بال بھی بھیگا نہیں کر سکتا، انشاء اللہ سب بہت اچھا ہو گا، چلو اب بستروں اور صوفے کے نئے کور نکالو تب تک میں گھر دھولوں عید کے موقع پر گھر کو صاف ستھرا ہونا چاہیے۔" ربیعہ تیزی سے بولتی ہوئی صحن میں لگے نل سے پانی کا پائپ جوڑ چکی تھی اور جھاڑو اٹھانے گھر کا فرش دھونے کو تیار تھی، ذکیہ بیگم نے دکھ اور محبت سے اسے دیکھا، جانے انہیں ایسا یوں لگا کہ وہ انہیں خوش کرنے کے لئے ان کے سامنے خود کو خوش اور پریشانی سے لاپرواہ ظاہر کرنے کے لئے ایسا کر رہی ہے، بہر حال جو بھی تا دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا تھا۔

☆☆☆

آج چاند رات تھی مساجد میں نماز عید کے اوقات کا اعلان کیا جا رہا تھا اور چاند نظر آنے کی نوید سنائی جا رہی تھی، خالہ کلثوم اپنی بیٹی مدیحہ کے ساتھ ذکیہ بیگم اور ربیعہ کو چاند کی مبارکباد دینے چلی آئیں، ماسی رحمتے بھی مبارکباد کے ساتھ کھیر دے کر گئیں، ذکیہ بیگم شیر خورمہ تیار کرنے لگیں اور ربیعہ مدیحہ کے ساتھ بیٹھ کر اپنے ہاتھوں پر مہندی لگانے لگی۔

"دیکھنا اس عید پر تمہارے ہاتھوں پر میرے نام کی مہندی لگے گی۔" ڈاکٹر ارسلان احمد کا جانے سے پہلے کہا گیا جملہ اسے یاد آیا تو بے اختیار بولی۔

"جھوٹا۔"

"قسم سے۔" قریب ہی اس کے کانوں میں سرگوشی ہوئی تو وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا؟" مدیحہ نے مہندی لگاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"وہم ہوا تھا، تم مہندی لگاؤ نا۔" اس نے مسکراتے ہوئے ٹالا تھا اور دل کی بے چینیوں پر حیران ہوتے ہوئے اپنا دھیان ارسلان احمد سے ہٹا کر مہندی کے ڈیزائن پر مرکوز کیا تھا۔

آج عید تھی اور ذکیہ بیگم نے محلے والوں کے اس سلوک کے باوجود سب کے گھروں میں سویاں بھیجی تھیں، اور عید ملنے کے لئے گھر آنے والوں کی خاطر تواضع کے لئے شیر خورمہ رکھا تھا، محلے کی بچیاں بھی عید ملنے گھر آئی تھیں، ذکیہ بیگم نے سب کو پچاس پچاس روپے عیدی دی تھی اور شیر خورمہ کھلایا تھا، ٹافیاں بھی دی تھیں، ہلکے آسمانی رنگ کے لان کے پرنٹڈ سوٹ میں وہ بہت اداس دکھائی دے رہی تھیں، ربیعہ نے لان کا سبز رنگ کا پرنٹڈ شلوار قمیض اور نیٹ کا سرخ دوپٹہ پہنا ہوا تھا اور اس شوخ رنگ میں اس کا سفید رنگ مزید نکھرا نکھرا محسوس ہو رہا تھا، اس اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی میں سرخ و سبز کانچ کی چوڑیاں پہنی تھیں، لیز اسٹریپ والی چپل پہنی تھی، بالوں کی فرنچ ٹیل بنائی تھی، آنکھوں میں کاجل کی باریک سی لائن ہونٹوں پر ہلکی سی سرخ لپ اسٹک لگائے وہ کسی کے بھی دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی، یہ معمولی سی تیاری بھی اسے بیش قیمت اور انمول ظاہر کر رہی تھی۔

"اماں! دوسروں کی بچیوں کو تو عید دے دی ہے اپنی بچی کا کیا قصور ہے اسے بھی عیدی دے دو۔" ربیعہ نے ذکیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"تیری عیدی تو تیرا سہاگ ہے۔" اسی وقت دروازے پہ دستک ہوئی تھی، ربیعہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیجئے آ گیا میرا سہاگ۔"

"اللہ تیری زبان مبارک کرے۔" ذکیہ بیگم نے بے اختیار ہو کر دل سے کہا اتنے میں ربیعہ نے جا کر دروازہ کھول دیا، قبولیت کا شدید ایسا ہی لمحہ ہوتا ہے جو پل بھر میں آپ کی زبان سے نکلی ہوئی دعا قبول کر لیتا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے ڈاکٹر ارسلان احمد کھڑا مسکرا رہا تھا، سفید کاٹن کے اسٹائلش کرتے شلوار اور پشاوری چپل میں وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا، ربیعہ تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی وہ مسکراتے

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

ہوئے اس کے حسین سراپے کو آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے شوخ لہجے میں بولا۔

''السلام علیکم! مسز ارسلان احمد۔''

''وعلیکم السلام۔'' وہ کھوئے کھوئے لہجے میں جواب دیتی سامنے سے ہٹ گئی تھی، ارسلان احمد مسکراتے ہوئے اپنے والدین کو اندر بلا رہا تھا، ربیعہ حیران حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی، ارسلان کے ماں باپ ذکیہ بیگم سے یوں مل رہے تھے جیسے صدیوں کی پہچان ہو اور ان کے پیچھے دو بزرگ اور تھے۔

''پیکر حیرت بنی بھی دل میں اتر رہی ہو۔'' ارسلان احمد نے ربیعہ کے قریب آکر آہستگی سے کہا تو اس نے چونک کر سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا وہ فوراً بولا۔

''قسم سے۔''

''یہ سب خواب ہے نا؟'' وہ بے یقینی کے عالم میں بولی۔

''اچھا تو تم یہ خواب دیکھتی تھیں کہ میں اپنے پیرنٹس کو لے کر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا ہے نا۔''

''نہیں میں یہ دعا مانگتی تھی تا کہ میری ماں کو سکون مل جائے۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''بس یہی دعا مانگتی تھیں۔'' جانے وہ کیا سننا چاہ رہا تھا۔

''ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اس کے ماں باپ کے بلانے پر ان کی طرف آگئی اور اس کے لئے انکشاف بہت حیرت کا باعث بنا تھا کہ وہ اس کے سگے خالہ خالو تھے، ارسلان احمد اس کی ماں ذکیہ بیگم کا سگا بھانجا تھا اور وہ بزرگ خاتون اور صاحب ربیعہ کے نانا نانی تھے اتنے سارے رشتے اسے اچانک سے مل گئے تھے، اس کی تو حیرت ہی ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی، ذکیہ بیگم اپنے ماں باپ سے بائیس برس بعد مل کر روئے جا رہی تھیں۔

''بیٹی مجھے معاف کر دینا میں نے ذرا سی بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر ناحق تم پہ ظلم کیا، تم سے قطع تعلق کرنے کے بعد میں کبھی چین سے سو نہیں سکا بس یہی سوچتا رہا کہ تم خود ہی واپس آکر مجھ سے معافی مانگ لو گی اس غلطی کی جو تم نے کی ہی نہیں تھی، آج برسوں بعد تم سے ملے ہیں ہم وہ بھی عید کے دن، عید کے دن تو دشمن بھی اگر گھر چل کر آئے تو اسے معاف کر دیتے ہیں کیا تم مجھے، ہم سب کو، معاف نہیں کرو گی ذکیہ بیٹی؟'' ریاض امجد نے روتے ہوئے ذکیہ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''ابا جی مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے، آپ معافی مانگ کر مجھے گناہ گار مت کریں، میری تو بس یہی دعا تھی کہ مرنے سے پہلے آپ سب سے ملاقات ہو جائے ایک بار آپ دونوں کو دیکھ لوں، شکر ہے آج اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔''

ذکیہ بیگم نے ان کے بندھے ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے کہا تو انہوں نے ذکیہ بیگم کو اپنے سینے سے لگا لیا، دونوں باپ بیٹی رو رہے تھے، ربیعہ کو یہ سب بہت دکھ بھی دے رہا تھا اور غصہ بھی دلا رہا تھا وہ خاموشی سے اوپر چھت پہ چلی گئی، ارسلان احمد نے قدرے حیرت سے اسے یوں جاتے دیکھا تھا۔

''ارے مریں تمہارے دشمن تم نے تو ابھی بچوں کی اور ان کے بچوں کی خوشیاں دیکھنی ہیں، ارسلان بھی تو اب تمہارا بیٹا ہے نا، بڑی عید سے پہلے میں اپنی بہو کو رخصت کرا کے لئے جاؤں گی ہاں۔'' صفیہ بیگم نے ذکیہ بیگم کو صوفے پر بٹھاتے ہوئے دل سے کہا۔

''بہو نہیں بیٹی بن کر رہے گی ربیعہ ہمارے گھر میں۔'' الیاس الدین مسکراتے ہوئے بولے تو ذکیہ بیگم کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا، وہ پھر سے اپنے میکے سے جڑنے جا رہی تھیں، ان کا سگا بھانجا ان کا داماد بنا تھا، قدرت نے کس طرح سے انہیں آپس میں ملایا تھا۔

''واہ ری قدرت تیرے رنگ نرالے۔'' وہ دل ہی دل میں اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا تھا۔

''میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ قسمت مجھے میرے اپنوں سے اس طرح ملا دے گی ارسلان نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کا بیٹا ہے، مگر نجانے کیوں یہ مجھے اپنا اپنا سا لگا تھا۔'' ذکیہ بیگم اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں تو وہ سب مسکرا رہے تھے۔

''تمہارا پتہ مجھ سے کھو گیا تھا ہم دوبئی چلے گئے تھے تو رابطہ ہی نہ رہا، ابھی پچھلے برس ہم لاہور شفٹ ہوئے ہیں، ارسلان یہاں آرہا تھا تو میں نے اسے تاکید کی تھی کہ اپنی خالہ خالو کا گھر ضرور ڈھونڈنا، قدرت خدا کی مسز کرمانی وسیلہ بن گئیں اور تم اسے حیدر آباد آتے ہی مل بھی گئیں، نکاح بھی کن حالات میں ہوا ہمیں سب معلوم ہے اس نے ہم دونوں سے مشورہ کر کے اجازت لے کر ربیعہ سے نکاح کیا تھا، ربیعہ کے بارے میں ارسلان نے مجھے سب بتا دیا تھا، ماشاء اللہ بہت سمجھدار ہے تمہاری بیٹی۔'' صفیہ بیگم نے تفصیل سے ساری بات بتاتے ہوئے آخر میں ربیعہ کی تعریف کی۔

''مگر ربیعہ کی ماں بہت بیوقوف اور ناسمجھ ہے اگر ارسلان آپ کا بیٹا نہ ہوتا اور دھوکہ دے جاتا تو میری کم عقلی کی وجہ سے میری بیٹی کی زندگی تو خراب ہو گئی تھی نا۔'' ذکیہ بیگم نے شرمندگی سے کہا تو صفیہ بیگم ان کا ہاتھ تھام کر رسان سے بولیں۔

''خود کو دوش مت دو ذکیہ، دیکھو جب تقدیر نے کسی کو ملانا ہوتا ہے نا تو وہ اسی طرح سے حالات بناتی ہے ایسے ہی ملوانا تھا قدرت نے ہمیں پھر سے، کیونکہ خون کے رشتے کبھی جدا نہیں ہو سکتے کبھی نہ کبھی زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں پھر سے ملنا ہی تھا سو ہم سب مل گئے اور ہم بہنیں تو اب ایسی ملی ہیں کہ اپنے بچوں کی شادی کی وجہ سے یہ رشتہ ہمیشہ کے لئے اور بھی مضبوط بنا رہی ہیں اب سارے دکھ بھول جاؤ ہم سب اب لاہور میں رہیں گے۔''

''لیکن میں کیسے رہ سکتی ہوں آپ کے ساتھ۔''

''کیوں نہیں رہ سکتیں تم ہمارے ساتھ؟'' الیاس احمد نے بھی خاموشی کا قفل توڑتے ہوئے کہا تو ذکیہ بیگم نے کہا۔

''بیٹی کے سسرال میں رہوں گی تو لوگ ہزار باتیں بنائیں گے آپ کو پتا تو ہے نا کے ارسلان کے یہاں چند روز رہنے پر محلے والوں نے کیا کیا باتیں بنائی تھیں۔''

''لوگ تو کسی بھی حال میں چین سے جینے نہیں دیتے ذکیہ بہن، تم پہلے ہماری بہن ہو پھر ہماری سمدھن ہو اور ایک بہن اپنی بہن یا بھائی کے گھر میں رہ سکتی ہے یہ اس کا حق ہے اور ہم اس سلسلے میں تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے۔'' الیاس احمد نے سنجیدگی سے فیصلہ سنا دیا وہ ریاض امجد اور سکینہ بیگم کو دیکھنے لگے جو بہت خاموش سے بیٹھے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

''تم چاہو تو ہمارے ساتھ بھی رہ سکتی ہو تمہارا میکہ ابھی سلامت ہے، میں شرمندہ ہوں کہ میں نے تم سے تمہارا میکہ چھڑوا دیا تھا، رشتے تو آسمانوں پر طے ہو جاتے ہیں تمہارا اور نصیر اللہ

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

کا جوڑ لکھا تھا، میں نے ہی اپنی من مرضی اور انا کا مسئلہ بنا لیا تھا، ہمیں بہت دکھ ہے نصیر اللہ کی موت کا، اچھا انسان تھا، جس نے تمہارے ساتھ مرتے دم تک ساتھ نبھایا اللہ اس کی مغفرت کرے۔" ریاض امجد نے شرمندہ اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہو اب پوری عید کیا رونے دھونے اور معافی تلافی کرنے میں گزاریں گے آپ لوگ؟" ارسلان نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب مسکرا دیئے۔

"خالہ جان میٹھی عید ہے سویاں شیر خورمہ کچھ نہیں کھلائیں گی ہمیں۔" ارسلان نے ذکیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں بیٹا، تم بیٹھو میں ابھی لائی، یہ ربیعہ کہاں چلی گئی؟" ذکیہ بیگم نے محبت سے کہتے ہوئے ربیعہ کی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں۔

"چھت پہ گئی ہے غصے میں تھی۔" ارسلان نے بتایا تو وہ بڑبڑانے لگیں۔

"ایک تو یہ لڑکی بھی نا غصہ ناک پر لئے پھرتی ہے۔"

"نہیں خالہ جان، عید کے دن میری بیوی کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات نہ کریں پلیز شی از دی بیسٹ۔" ارسلان نے فوراً حد ادب میں رہتے ہوئے انہیں دیکھ کر کہا تو وہ ہنس پڑیں۔

"دیکھ لو ذکیہ، تمہاری بیٹی کی محبت میں بول رہا ہے بہت گنوں والی ہے تمہاری ربیعہ یہ یونہی تو اس کے لئے پاگل نہیں ہوا جا رہا۔" صفیہ بیگم نے ان کے پاس آ کر کہا تو انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے اتنا پیارا داماد دیا۔" ذکیہ بیگم سب کے لئے شیر خورمہ اور سویاں لے کر آ گئیں، دروازے پر دستک ہوئی اس دوران تو انہوں نے جا کر دروازہ کھولا سامنے محلے کے وہی معززین کھڑے تھے جو چند روز قبل ان کو مرد کرایے دار رکھنے پر اخلاقیات اور اسلامیات کا درس دینے آئے تھے، رفیق صاحب، منظور الٰہی، فرزانہ، نصرت بیگم، زبیر پان والا، ارشد جنرل اسٹور والا۔

"خیریت ہے عید مبارک کہنے آئے ہیں نا آپ سب مجھے؟" ذکیہ بیگم نے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا تو فرزانہ بولی۔

"سوچا تو یہی تھا کہ تم نے سویاں بھجوائی ہیں تو ہم بھی عید کے دن سب بھلا کر تمہیں مبارک باد دینے جائیں گے مگر تم نے ہمیں ایک پلیٹ سویوں کے ذریعے رشوت دینے کی کوشش کی، یہ تو ہمیں اب سمجھ آئی ہے۔" فرزانہ تیزی سے بولتی چلی گئی، ارسلان احمد بھی وہیں چلا آیا۔

"کیا مطلب؟ میں کیوں رشوت دوں گی آپ لوگوں کو ہر سال عید کے روز میں سویاں بھیجتی ہوں آپ سب کے ہاں اس بار بھی میں نے اپنی روایت برقرار رکھی باوجود آپ لوگوں کی کمینگی کے میں نے عید کے دن کا خیال کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔" ذکیہ بیگم نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو ارسلان احمد لب کاٹنے لگا، غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"ہم تو سمجھے تھے کہ تم نے ڈاکٹر کو نکال دیا ہے مگر یہ تو آج پھر یہاں نظر آ رہا ہے کرایے دار بھی نہیں رہا تو یہاں کیا کرنے آیا ہے آج، گھر سے نکالا کیوں نہیں ہے اسے؟" منظور الٰہی نے کرختگی سے سوال کیا۔

"کیوں نکالیں گی یہ مجھے اپنے گھر سے؟" ارسلان احمد غصے سے بول پڑا۔

"میں ذکیہ خالہ کا بھانجا ہوں اور صرف بھانجا نہیں ہوں ان کا داماد بھی ہوں۔"

"کیا؟ داماد، بھانجا؟" وہ سب اس انکشاف پر ششدر رہ گئے۔

"جی ہاں داماد اور سگا بھانجا، یقین نہ آئے تو نکاح نامہ دکھاؤں اپنے ماں باپ اور دادا دادی سے ملواؤں وہ سب گھر کے اندر موجود ہیں اور رخصتی کی تاریخ لینے آئے ہیں عید کے مبارک دن، تو کیسے کیوں نکالیں گی خالہ مجھے اپنے گھر سے، آپ لوگ اپنے دامادوں کو اپنے گھر سے نکال دیں گے کیا، اپنے سگے بھانجے کو چند دن اپنے گھر مہمان بنا کر نہیں رکھتے کیا آپ لوگ، بدگمانی اور شک کی عینک اتار کر دیکھنا سیکھیں ایسا نہ ہو کے آپ سب کے ڈھکے پول کھل جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے کہ کسی معصوم کی کردار کشی کرنا، اس پہ الزام یا تہمت لگانا، رمضان کے بابرکت اور رحمتوں والے مہینے میں بھی آپ لوگ اپنے اندر کے شیطان کو نہیں مار سکے تو آپ خود ہی سوچیں کے آپ سب ایمان کے کون سے درجے پر فائز ہیں اور آپ کے روزے، نمازیں کس درجے میں شمار کی جائیں گی، قبولیت کا درجہ پا سکیں گے یا رد کر دی جائیں گی آپ کے منہ پر مار دی جائیں گی، ذرا ایمانداری سے سوچیئے گا مجھے یقین ہے کہ کم از کم ایک بار تو آپ کو آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہوئے شرم ضرور آئے گی۔" ارسلان احمد نے ٹھیک ٹھاک تقریر جھاڑ دی تھی درحقیقت ان سب کو جھاڑ دیا تھا وہ سب شرمندہ سے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

"ارسل بیٹا کس پہ غصے ہو رہے ہو؟" الیاس احمد کی آواز آئی تو سب چونکے۔

"ابو محلے والے آئے ہیں عید ملنے ان کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔" ارسلان نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔

"آپ لوگ جائیں ربیعہ کے نکاح اور رخصتی کی تاریخ مقرر ہونے کی مٹھائی آپ کے گھر پہنچ جائے گی، اس امید کے ساتھ کے آپ لوگ ربیعہ کو اپنی بیٹی سمجھ کر دعائیں دینے کر رخصت کرنے آئیں گے۔" ذکیہ بیگم تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو رفیق صاحب خجل سے ہو کر بولے۔

"ہمیں معاف کر دیجئے گا، ہم نے واقعی بہت گناہ کیا ہے، آپ دونوں ماں بیٹی کو اس طرح پریشان کر کے، الزام دے کر، جبکہ ربیعہ بیٹی اسی محلے میں پیدا ہوئی ہماری آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی ہے، آپ کا اور نصیر بھائی مرحوم کا کردار ہمارے سامنے آئینے کی طرح صاف تھا پھر بھی ہم بہک گئے، ہم شرمندہ ہیں آپ سے ہو سکے تو ہمیں معاف کر دیجئے گا۔" یہ کہہ کر رفیق صاحب آگے بڑھ گئے، ایک ایک کر کے باقی سب بھی نظریں چراتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔

ارسلان دروازہ بند کر کے مڑا تو اس کی نظر سیڑھیوں میں کھڑی ربیعہ پہ پڑی وہ غصے میں تھی اس کے دیکھنے پر تیزی سے اوپر چلی گئی، ارسلان نے ذکیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

"خالہ جان میں ذرا اپنی بیوی کو منا لاؤں آپ سب کے ساتھ باتیں کریں۔"

"ہاں ہاں، ضرور جاؤ اور اسے منا کر نیچے لے آؤ کھانا سب اکٹھے کھائیں گے۔" ذکیہ بیگم خوشدلی سے ہنس کر بولیں، وہ بہت خوش تھیں کے ارسلان احمد ان کی بیٹی سے بہت پیار کرتا ہے۔

ربیعہ غصے سے کمرے میں چکر لگا رہی تھی ارسلان مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور پوچھنے لگا۔

"اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے تمہیں؟"

http://famousurdunovels.blogspot.com/
Famous Urdu Novels

''تو کیا پیار آئے گا؟'' وہ رک کر اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے تنک کر بولی، اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں آنا تو پیار ہی چاہیے۔''

''کیوں؟ ایسا کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے تم نے؟''

''ارے بھئی تمہارے ساس سسر کو یہاں لے کر آیا ہوں سب سے بڑھ کر تمہارے ننھیال سے تمہارا رشتہ استوار کرایا ہے تمہارے نانا نانی کو لایا ہوں یہاں۔'' ارسلان احمد نے اس کے قریب آکر رک کر اسے دیکھتے ہوئے جتا دیا۔

''بہت بڑا احسان کیا ہے آپ نے ہے نا، میں نے اس ننھیال کو آج سے پہلے نہیں دیکھا تھا میری ماں بھی بائیس برس سے اپنے میکے سے دور تھیں زندگی تو ان کی بھی گزر گئی اپنے میکے کے بغیر میرے لئے بھی ننھیال سوالیہ نشان ہی رہا ہمیشہ، آج نانا جی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے تو معافی تلافی کرنے چلے آئے ہیں، آپ بتائیے نا، کیسے کریں گے وہ بائیس برس کی تلافی جو انہوں نے اپنی سگی بیٹی سے تعلق ختم کر کے انہیں دنیا میں اکیلا کر کے اپنی انا کے زعم میں گزار دیئے؟''

''آئی نو ربیعہ، تم صحیح کہہ رہی ہو، گئے برس واپس نہیں لائے جاسکتے لیکن آنے والے برس تو اچھے اور خوبصورت بنائے جاسکتے ہیں ناں، اور خالہ جان نے انہیں معاف کر دیا ہے نا عید کے دن ناراض نہیں ہوتے، پیاری ویسے بھی وہ کہتے ہیں نا صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ہیں۔''

''تو کیا کہتے ہیں؟''

''نانا جی کہتے ہیں۔'' ارسلان احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بے اختیار مسکرانے لگی۔

''شکر ہے مسکرائیں تو۔''

''آپ تو بات مت کریں مجھ سے جھوٹے کہیں کے۔'' وہ ناراض لہجے میں بولتی رخ پھیر گئی اس کی یہ ناراضگی بھی ارسلان کو تڑپا رہی تھی۔

''ہائیں ہائیں میں نے کیا جھوٹا بولا ہے بھئی بتاؤ تو۔''

''یہاں سے آپ لاہور کا کہہ کر گئے تھے اور اتنے دن سے ادھر ہی تھے ہوسٹل میں، اماں کتنی پریشان تھیں آپ کی خاموشی سے کچھ احساس ہے آپ کو۔'' ربیعہ نے روہانسی ہو کر کہا تو وہ خجل سا ہوگیا۔

''آئی ایم سوری ربیعہ، جاب کا معاملہ تھا جانی، ایسے کیسے ایکدم سے چلا جاتا، چھٹی بھی نہیں مل رہی تھی، جب چھٹی مل گئی تو گھر والوں کو لے کر آگیا اور خالہ جان کو میں نے تین چار دن پہلے فون کر کے بتا دیا تھا کہ میں عید پر آپ سے ملنے آؤں گا، اس لئے ان کی پریشانی کم ہوگئی تھی۔''

''اماں نے مجھے تو نہیں بتایا تھا آپ کے فون کا۔'' ربیعہ نے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''انہیں میں نے ہی منع کیا تھا کہ تمہیں نہ بتائیں۔''

''کیوں؟ بہت مزا آتا ہے نا تمہیں، مجھے یوں پریشان کر کے؟'' ربیعہ خفا خفا لہجے میں بولتی اس کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔

''تم واقعی میرے لئے پریشان تھیں؟'' ارسلان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو یکبار اس کا دل بہت زور کا دھڑکا، وہ گھبرا کر نظریں چرا گئی، چہرہ دمک اٹھا۔

''جی نہیں، میں صرف اس لئے پریشان تھی کہ ایک انجان آدمی کے ساتھ میرا نکاح کرا دیا اماں نے اس کا کوئی اتا پتا بھی معلوم نہیں ہے،

اگر وہ نہیں آیا تو میں کیا ساری زندگی اس کا انتظار کرتی رہوں گی۔'' وہ سنجیدگی سے ایمانداری سے بولی۔

''تو اب شکرانے کے نفل ادا کرو کے وہ آدمی آگیا ہے تمہیں لینے کے لئے مگر۔''

''مگر کیا؟'' ربیعہ نے اس کے چہرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''مگر یہ کہ تمہیں تو مجھ سے پیار ہی نہیں ہے۔''

''تمہیں تو پیار ہے نا مجھ سے؟'' ربیعہ نے پوچھا وہ بھی اب اس کی چالاکی سمجھ رہی تھی کے وہ اسے تنگ کر رہا ہے۔

''ہاں بہت پیار ہے تم سے۔''

''بس پھر، گزارہ ہو جائے گا۔'' وہ مسکراتے ہوئے لاپرواہ انداز میں بولی۔

''کیا مطلب؟ تم مجھ سے پیار نہیں کرو گی؟'' ارسلان نے اس کی صورت کو بے قراری سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں تم جیسے کنجوس آدمی سے پیار نہیں کر سکتی جس نے نہ تو ابھی تک مجھے منہ دکھائی کا تحفہ دیا ہے نہ ہی عیدی دی ہے۔'' وہ اترا کر بڑی ادا سے کہتے ہوئے اس کی بے قراریوں اور بے تابیوں میں اضافہ کر رہی تھی۔

''بس اتنی سی بات۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''آپ کی یہ خواہش ہم ابھی پوری کیے دیتے ہیں لیکن اس کے لئے آپ کو پہلے ہم سے عید ملنا ہوگی۔''

''کیا؟'' وہ سٹپٹائی۔

''ہاں۔'' وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب ہوا۔

''ہاں تو یوں کہیے نا کہ عیدی نہیں دینی شرطیں لگا رہے ہیں۔''

''تو آپ کو گلے لگالیں اجازت ہے نا۔''

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب
خمار گندم
دنیا گول ہے
آوارہ گرد کی ڈائری
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چین کو چلیئے
نگری نگری پھرا مسافر
خط انشاء جی کے
اس بستی کے اک کوچے میں
چاند نگر
دل وحشی
آپ سے کیا پردا

ڈاکٹر مولوی عبد الحق
قواعد اردو
انتخاب کلام میر

ڈاکٹر سید عبداللہ
طیف نثر
طیف غزل
طیف اقبال

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/

''شٹ اپ۔'' وہ بری طرح شپٹائی تھی اور پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی تھی، ارسلان احمد نے اس کے دائیں بائیں اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اس کے فرار کی راہیں مسدود کر دی تھیں، دونوں کو ایسا ہی ایک منظر ایک ساتھ یاد آیا تھا مگر تب میں اور اب میں فرق تھا۔

''کچھ یاد آیا۔'' ارسلان اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''پلیز جانے دیں مجھے۔'' وہ منمنائی۔

''ہرگز نہیں، اب تو آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کا سرٹیفکیٹ اور اجازت نامہ بھی ہے ہمارے پاس، تو اب بتایئے پہلے عیدی دوں یا منہ دکھائی کا تحفہ؟''

''صرف یہاں سے جانے کا راستہ۔'' وہ بولی۔

''تم نے دیا تھا مجھے۔'' اس کا جملہ اور لہجہ معنی خیز تھا، ربیعہ نے بے اختیار اس کے چہرے کو دیکھا تھا، دل کی دھڑکنیں شور مچا رہی تھیں، بس ایک لمحے کا کھیل تھا جس نے اسے احساس دلا دیا کہ وہ بھی اس سے پیار کرتی ہے۔

''ارسل!'' ربیعہ کے لب خود بخود ہلے۔

''اف قربان جائے ارسل۔'' اتنے پیار سے پکارو گی تو خوشی سے دھڑکنیں ہی نہ تھم جائیں میری۔''

''اللہ نہ کرے۔'' ربیعہ نے بے ساختہ کہا تو وہ مسکرا دیا۔

اور وہ اپنی بے اختیاری پر آپ ہی آپ شرما گئی، ارسلان احمد تو دیوانہ ہو گیا اس کی اس ادا پر اور اس کے چہرے پر بے اختیار اپنی محبتوں کے گلاب کھلا دیئے اس کی روح تک میں ان پھولوں کی مہک سرایت کرتی چلی گئی تھی، چہرہ سرخ گلاب سا ہو رہا تھا۔

''یہ اس پیار کا جواب ہے جو تم مجھ سے کرتی ہو۔'' وہ آہستگی سے بولا تو وہ شرمگیں لہجے میں بولی۔

''میں تو نہیں کرتی۔''

''مان لو گی تو فائدے میں رہو گی نہیں تو یہیں کھڑی رہو گی جانے نہیں دوں گا سب آ جائیں گے یہاں تو سب کے سامنے اقرار کراؤں گا دیکھ لینا تم، میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں، اندازہ تو ہو گیا ہو گا تم کو۔'' وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو قریب سے دیکھتے ہوئے شرارت سے کہتا اس کے اوسان خطا کر رہا تھا۔

''یہ غلط ہے۔'' وہ بولی۔

''کیسے؟ اپنی بیوی سے پیار کی خواہش رکھنا غلط کیسے ہو گیا؟''

''کوئی آ جائے گا۔''

''آنے دو۔'' وہ لاپرواہی سے بولا۔

''آپ بہت برے ہیں۔'' ربیعہ نے خفگی سے کہا اتنے دنوں کی پریشانی غصہ اور بے بسی سے ضبط کیے آنسو اب بہنے کے لئے پر تول رہے تھے وہ اس کے چہرے کے ہر زاویے کی ہر رنگ، ہر تاثر کو قریب سے دیکھ رہا تھا، محسوس کر رہا تھا، سمجھ رہا تھا۔

''قسم سے۔'' وہ بولا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اتنے دنوں سے باندھے بند آج ٹوٹ گئے تھے۔

''ارے رے کم آن ربیعہ پلیز روؤ نہیں، تم تو لڑتی جھگڑتی ہنستی بولتی ہی اچھی لگتی ہو، روؤ نہیں میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے یار، آئی ایم سوری، میں نے تمہیں پریشان کیا اتنے دن کوئی خبر نہیں لی تمہاری، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، مجھے سمجھنا چاہیے تھا کہ تم بہرحال ایک لڑکی ہو اور ایسے حساس معاملے میں تمہاری کیا حالت ہو گی، آئی

پرامس، آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہو گی، کیونکہ تم زندگی ہو میری اور میں اپنی زندگی کو ہنستے مسکراتے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' ارسلان نے بے قرار ہو کر تڑپ کر اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے دل سے یقین دلاتے ہوئے کہا، ربیعہ کے لئے یہ احساس بھی خوش کن تھا کہ وہ اس کے آنسوؤں کا سبب جانتا تھا، اس کی پریشانی کا احساس کرتے ہوئے اپنی بے نیازی کی معافی مانگ رہا تھا۔

آنے والے دنوں کی بہتری کی نوید دے رہا تھا اسے یقین ہو چلا تھا کہ ڈاکٹر ارسلان احمد اس کے لئے بہترین شریک حیات ثابت ہو گا انشاءاللہ وہ دل سے خوش اور مطمئن ہو گئی تھی اس لمحے۔

''میں بھی۔'' ربیعہ نے دل سے کہا۔

''چل جھوٹی۔'' ارسلان نے اسے گھورا۔

''قسم سے۔'' وہ شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے اپنی محبت کا اقرار کر رہی تھی اس کے دل پر قوس قزح کے رنگ بکھرا رہی تھی۔

''ربیعہ!'' ارسلان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کرے، اس نے ربیعہ کے ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ کر اس کے چہرے کو دیکھا تو وہ شرما گئی۔

''تھینک یو، اتنی خوبصورت عیدی کے لئے۔''

''اور میری عیدی؟'' اس نے استفسار کیا۔

''ابھی لیجئے اپنی عیدی۔'' ارسلان نے اپنا دایاں ہاتھ کرتے کی جیب میں ڈالا کنگن اس کے ہاتھ میں تھے، سونے کے دونوں کنگن ارسلان نے ربیعہ کی خالی کلائی میں پہنا دیئے۔

''تھینک یو سو مچ، عید مبارک۔'' ربیعہ ارسلان کی محبت کے اس قدر قیمتی تحفے کو پا کر خود کو معتبر محسوس کر رہی تھی اور بے اختیار ہی اس کے سینے سے لگ گئی تھی خوشی سے اشکبار ہو رہی تھی، ارسلان اس کی اس محبت پر جھوم اٹھا، اس کی معصومیت پر نثار ہو گیا۔

''عید مبارک میری جان، بہت بہت عید مبارک ہو تمہیں بھی، آئی ایم سو ہیپی، اینڈ آئی رئیلی لو یو ربیعہ لو یو سو مچ۔''

''میں بھی۔'' ربیعہ نے دل سے کہا تو وہ اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''سچ۔''

''قسم سے۔'' ربیعہ نے مسکراتے ہوئے شرمیلے پن سے کہا اور پھر دونوں محبت و مسرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہنسنے لگے۔

عید کی یہ ساعتیں آنے والی ساعتوں میں عید جیسی خوشیاں لانے کی نوید سنا رہی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اپنے بڑوں سے عیدی وصول کرنے اور دعائیں لینے جا رہے تھے، عید کا دن ان کے سنگ مسکرا رہا تھا۔

☆☆☆

ہماری مطبوعات

ماں جی	قدرت اللہ شہاب
یا خدا	"
طیفِ نثر	ڈاکٹر سید عبداللہ
طیفِ غزل	"
طیفِ اقبال	"
انتخاب کلامِ میر	مولوی عبدالحق
قواعدِ اردو	"

لاہور اکیڈمی ۔ لاہور

Famous Urdu Novels
http://famousurdunovels.blogspot.com/